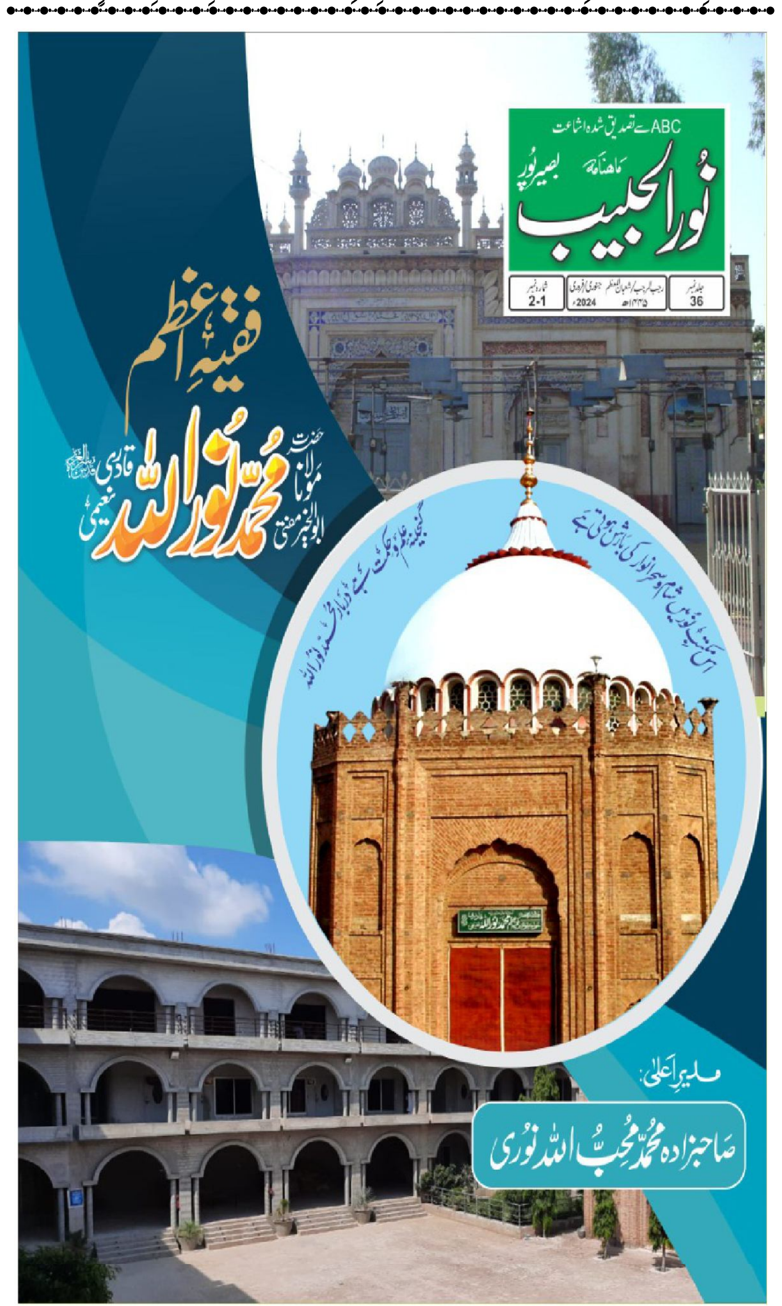
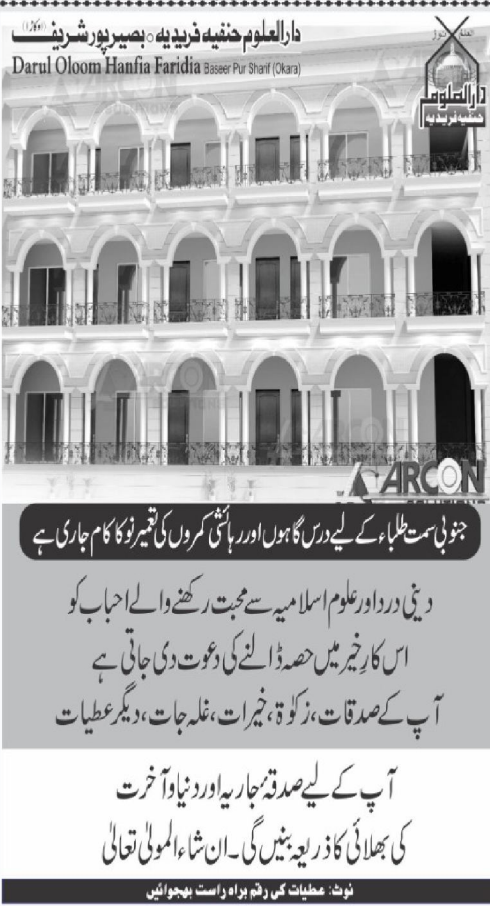


عرس حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ و اجلاس دارالعلوم ، مورخہ 13-14 / جنوری 2024ء ، ہفتہ ، اتوار

2 اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ ۲



نوٹ: عطیات کی رقم براہ راست بھجوائیں

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا

موبائل نمبر: 0300-4321088, 0345-7526622, 0306-5696666

عرس حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ و اجلاس دارالعلوم، مورخہ 13-14 / جنوری 2024ء، ہفتہ، اتوار



عرس حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ و اجلاس دار العلوم ، مورخہ 13-14 / جنوری 2024ء ، ہفتہ ، اتوار

اس شمارے میں

منظومات

ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

تحمید

کی ہے خدائے پاک نے تکمیلِ کائنات
ہو گی اسی کے حکم سے تحلیلِ کائنات

آئینہ کاری نورِ خدائے جہاں کی ہے
رخشندہ سامنے ہے جو قندیلِ کائنات

اللہ کے کلام میں اس کی ہے ساری شرح
جیسے کہ حرفِ ''کُنْ'' میں ہے تفصیلِ کائنات

رکھا جواز خود ہر اک شے میں کریم نے
رکھتی ہے سب وضاحتیں زنبیلِ کائنات

سب کچھ ہے یہ تو مرضئ مولا پہ منحصر
تقلیلِ کائنات یا تطویلِ کائنات

ہے اشرفِ مخلوق یہ، اس واسطے ہوئی
رب کی طرف سے بندے کو تحویلِ کائنات

تخلیق ہے یہ ربِ کریم و غفور کی
ہے بے جواز ہر طرح تذلیلِ کائنات

مخلوق نوع نوع کی، رب کی تو ہے مگر
انسانیت ہے باعثِ تفضیلِ کائنات

محمودؔ چاہیں آپ تو خود پڑھ کے جان لیں
اللہ کے کلام سے تمثیلِ کائنات

✡✡✡✡✡

تنعیت

پڑھتے ہیں سارے لوگ یہ اخبارِ کائنات
سرکارِ کائنات ﷺ ہیں مختارِ کائنات

یہ دم قدم سے آقا ﷺ کے، آئی ظہور میں
جو اہلِ دیں ہیں، کیوں رہیں بیزارِ کائنات

دستارِ کائنات ہے قبہ حضور ﷺ کا
مینار گویا طرۂ دستارِ کائنات

اِسرا میں دیکھتے تھے ملک، جب حضور ﷺ کے
پاؤں تلے تھے ثابت و سیارِ کائنات

سرکار ﷺ نے کہا کہ پرستش خدا جل جلالہ کی ہو
انسان کس لیے ہو پرستارِ کائنات

قرنوں سے اچھا پائے گا عہدِ حضور ﷺ کو
رکھے جو سامنے سبھی ادوارِ کائنات

کھل جائے گا کہ باعثِ تخلیق ہیں نبی ﷺ
کھلتے ہوئے جو پاؤ گے اسرارِ کائنات

سرکارِ کائنات ﷺ کے اس جا ورود سے
تکریم آشنا ہوئے آثارِ کائنات

محمودؔ ہو گا قصرِ ثنائے حضور ﷺ میں
ڈھائے گا نفخِ صور جب دیوارِ کائنات

راجا رشید محمود

✡✡✡✡✡

2024ء کراچی میں امکانِ رؤیتِ ہلال سے متعلق پیش گوئی

خالد اعجاز مفتی

نمبر شمار	برائے قمری ماہ 1445-46ھ	تاریخ عیسوی 2024ء	چاند کی عُمر منٹ ۔ گھنٹے	غروبِ شمس و قمر میں فرق	کیفیت امکانِ رؤیت
1	رجب 1445ھ	11/جنوری	01 - 03	منفی 10منٹ	ایف
		12/جنوری	25 - 04	59منٹ	اے
2	شعبان	10/فروری	14 - 23	34منٹ	ڈی
		11/فروری	38 - 23	101منٹ	اے
3	رمضان	10/مارچ	04 - 37	08منٹ	ایف
		11/مارچ	28 - 38	73منٹ	اے
4	شوال	09/اپریل	19 - 29	49منٹ	بی
		10/اپریل	43 - 29	115منٹ	اے
5	ذوالقعدہ	08/مئی	10 - 41	27منٹ	ایف
		09/مئی	34 - 42	94منٹ	اے
6	ذوالحجہ	06/جون	01 - 39	08منٹ	ایف
		07/جون	25 - 40	70منٹ	اے
7	محرم 1446ھ	06/جولائی	15 - 26	42منٹ	سی
		07/جولائی	39 - 26	87منٹ	اے
8	صفر	04/اگست	02 - 59	14منٹ	ایف
		05/اگست	26 - 59	50منٹ	اے
9	ربیع الاوّل	03/ستمبر	11 - 51	18منٹ	ایف
		04/ستمبر	35 - 50	48منٹ	اے
10	ربیع الآخر	03/اکتوبر	18 - 26	17منٹ	ایف
		04/اکتوبر	42 - 25	48منٹ	اے
11	جمادی الاولیٰ	02/نومبر	24 - 03	23منٹ	ایف
		03/نومبر	48 - 02	64منٹ	اے
12	جمادی الاخریٰ	01/دسمبر	06 - 21	منفی 06منٹ	ایف
		02/دسمبر	30 - 21	45منٹ	بی

اے : بآسانی ممکن بی : بہترین کیفیات میں ہی ممکن سی : بصری آلات کے ساتھ ممکن

ڈی : بصری آلات کے بغیر ناممکن ای : ٹیلی سکوپ کے ساتھ بھی ناممکن ایف : ہر صورت ناممکن

فلسطین و کشمیر میں ظلم و جبر کی سیاہ رات کب ختم ہو گی؟

پروفیسر خلیل احمد نوری

فلسطینی جہادی تنظیم حماس اور اسرائیل کے درمیان جاری جنگ کو تقریباً پچھتر (75) دن گزر چکے ہیں۔ بظاہر یہ جنگ حماس نے شروع کی، لیکن حقیقت میں یہ اس صورتِ حال کا ردِّ عمل تھا جو پون صدی سے اسرائیل، اس کے سرپرستوں، عالمی طاقتوں اور مسلم امہ کی طرف سے ان کے ساتھ پیش آتی رہی ہے۔ فلسطینی، اپنے تشخص کی حفاظت اور اپنی آزاد ریاست قائم کرنے کے لیے طویل عرصہ سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ وطن کی آزادی کی خاطر ہزاروں نوجوانوں کا خون بہہ چکا ہے، لاکھوں فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کرتے ہوئے دھکیل کر دوسرے ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا گیا ہے، خواتین کی عصمت دری کی گئی اور معصوم بچوں کو گولیوں سے بھونا گیا ہے۔ ان کے کھیتوں، باغوں، تجارت اور دیگر ذرائع معاش پر قبضہ کر لیا گیا۔ ان کی بستیوں کو مسمار کر دیا گیا اور انہیں محکومی کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا۔ ان کا تشخص مٹانے اور نسلی بیخ کنی کے ذریعے سرزمین فلسطین سے جبراً کلی بے دخلی کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کیے گئے۔ ایسے میں کسی عالمی طاقت کی طرف سے ان مذموم مقاصد اور کوششوں کو روکنے کی فکر نہیں کی گئی۔ مسلم امہ نہ صرف سوتی رہی بلکہ مسلم حکمران اپنے ذاتی اور علاقائی مفادات کی خاطر اپنے عوام کی خواہشات کے برعکس دینی حمیت کو

قربان کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے سابق امریکی صدر ٹرمپ کے نام نہاد امن مشن کے آگے سرنگوں ہوتے چلے گئے۔ اس سے پہلے مصر اور اردن کی حکومتیں بالترتیب ۱۹۷۸ء اور ۱۹۹۴ء میں اسرائیل کی حیثیت تسلیم کر چکی تھیں۔ بحرین بھی ٹرمپ کے سامنے سربسجود ہو گیا۔ عمان اور سوڈان بھی جلد اس صف میں شامل ہونے کو بے تاب دکھائی دیے۔ دو سال قبل، متحدہ عرب امارات کے حکمرانوں نے اسرائیل سے تجارتی روابط استوار کر کے سفارتی تعلقات کی راہ ہموار کر لی تھی۔ سعودی حکومت کا اسرائیل کے ساتھ نرم رویہ اور امریکہ کا دباؤ بتا رہا تھا کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کرنے جا رہا ہے۔ بین الاقوامی سیاسی امور کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اسرائیلی منصوبہ یہ تھا کہ سعودی حکومت کو مطیع کر لینے کے بعد پاکستان کو اسرائیل کے دامِ فریب میں پھنسانا کچھ مشکل نہیں رہے گا اور اپنی داخلی اور خارجی مشکلات کے باعث پاکستان کے لیے سعودی حکمرانوں کے نقشِ قدم پر چلنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ فلسطینی، ان نام نہاد امن معاہدوں اور مسلم حکمرانوں کے اسرائیل کے ساتھ بڑھتے ہوئے تعلقات کو اپنے مقاصد کے ساتھ غداری قرار دیتے رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کے اقدامات فلسطینی مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہیں۔

فلسطینی مسئلے کو سرد خانے میں ڈال کر اسرائیل کی دوستی میں دیوانہ وار آگے بڑھتے مسلم حکمرانوں کو دیکھتے ہوئے حماس کے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ وہ مایوسی اور ناامیدی کی فضا میں خود اقدام کر کے اسرائیل کے ارادوں کو خاک میں ملانے کی جدوجہد کرے۔ مادی وسائل پر یقین رکھنے والے اسے خودکشی قرار دیں یا بے وقوفی اور کم عقلی کا طعنہ دیں، حق بات یہی ہے کہ اہلِ فلسطین کو اپنا تشخص برقرار رکھنے، اپنی سرزمین کو گھس بیٹھیے اسرائیل سے پاک کرنے اور آزاد فلسطینی ریاست قائم کرنے کا پورا پورا قانونی اور اخلاقی حق حاصل ہے۔

اس جنگ میں اب تک بیس ہزار سے زائد فلسطینی مسلمان شہید ہو چکے ہیں، جن میں بڑی تعداد بچوں اور عورتوں کی ہے۔ اسرائیلی بمباری جاری ہے اور لاشیں مسلسل گر رہی ہیں۔ اس تحریر کی اشاعت تک نہیں معلوم یہ تعداد کہاں تک جا پہنچے۔ غزہ کی اسّی (80) فی صد سے زائد آبادی پیوندِ خاک کر دی گئی ہے۔ ہر طرف لاشوں کے انبار ہیں۔ بھوک اور پیاس سے بلکتے بچے اور عورتیں فریاد کناں ہیں۔ ملبے کے ڈھیروں سے اپنوں کی لاشیں تلاش کرتے، نکالتے، کفناتے اور دفناتے فلسطینیوں کی تصویریں، سنگ دل سے سنگ دل انسان کا کلیجہ چیر کر رکھ دیتی ہیں۔

ان کی آبادیوں سے ان تمام آثار و علامات کو مٹایا جا رہا ہے جس سے فلسطینیوں کے قومی وجود کا اظہار ہوتا ہو۔ مہاجر کیمپوں میں بسنے والے ہمارے یہ مسلمان بھائی بہنیں غیر محفوظ، بیماریوں، زخموں اور بھوک و پیاس سے چور، لاچاری اور کس مپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہر آنے والا دن ان کے لیے مشکلات اور مصائب کی خبر لا رہا ہے۔ جانوں اور املاک کے ضیاع اور لاچارگی کی اس تکلیف دہ صورت حال کے باوجود، مجاہدینِ حماس کے حوصلے بلند ہیں۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے جہادی جذبوں اور کارناموں سے تو کوئی موازنہ ہی نہیں کیا جا سکتا، تاہم حماس کی جہادی حکمتِ عملی نے جس طرح بے پناہ وسائل سے مالا مال، جدید ٹیکنالوجی سے لیس اور عالمی طاقتوں کی سرپرستی رکھنے والی اسرائیلی ریاست کو بے بس کیا ہے، اس کی دور دور تک کوئی مثال نہیں ملتی اور یہ سب کچھ ایمانی قوت کے بغیر ممکن نہیں۔ بعض واقفِ حال تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ حماس اپنے ارادوں میں پُرعزم ہے اور اپنے مقصد کی تکمیل تک پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں، جب کہ اسرائیل اب امن کی بھیک مانگ رہا ہے۔

اسرائیلی وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو کا ماضی گواہ ہے کہ وہ مسلم دشمنی میں اپنے پیش رَو حکمرانوں سے کئی ہاتھ آگے ہے۔ قوم پرستی، لڑاکا طرزِ حکمرانی اور موقع پرستی میں معروف و مشہور ہے۔ فوج میں کمانڈو کی حیثیت سے ملازمت کے بعد، وزیر اعظم کی کرسی تک پہنچنے والا یہ بدمعاش، حماس کا مکمل خاتمہ چاہتا ہے۔ اس کے ارادوں اور خواہش کی تکمیل میں امریکہ پہلے دن سے اس جنگ میں اسرائیل کی غیر مشروط حمایت کا اعلان کر کے اس کے ساتھ کھڑا ہے اور حسبِ سابق سیکیورٹی کونسل میں جنگ بندی کی قراردادوں کو ویٹو کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے عالمی امن کا ضامن ادارہ یو این جنگ بندی میں ناکام دکھائی دیتا ہے۔

فلسطینیوں کی حمایت اور اسرائیلی جارحیت کے خلاف، دنیا بھر میں احتجاجی جلوس نکالے گئے، جن میں مذہب اور قومیت کی وابستگی سے بالاتر ہو کر لاکھوں افراد نے شرکت کی، لیکن مسلم حکمران اپنے مفاد کے اسیر بنے ہوئے ہیں۔ بڑی مشکل سے او آئی سی کا ایک اجلاس ہوا، جو نشستند، گفتند اور برخاستند کے سوا کچھ نہ تھا۔ کس قدر شرم کا مقام ہے کہ ایک معتبر مغربی اخبار نویس کے مطابق، گزشتہ سالوں میں اسرائیل کی جانب سے فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم میں موجودہ مصری حکومت ملوث رہی ہے اور اس کے خفیہ ادارے اس سلسلے میں اسرائیلی فورسز کو خفیہ معلومات فراہم کرتے رہے ہیں۔ البتہ، یمن کے حوثیوں کو داد دینا بنتی ہے

کہ انہوں نے بحیرۂ احمر میں اپنی کارروائیوں کے ذریعے، عالمی طاقتوں کو لرزہ براندام کردیا ہے اور وہ اپنی تجارتی راہ داریوں کو محفوظ بنانے کے لیے پریشان ہیں۔ کیونکہ طویل سفری راستوں کے ذریعے ان کے تجارتی اخراجات میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔ شاباش ملائیشیا! کہ جس نے غیرت وحمیت دکھاتے ہوئے اسرائیلی تجارتی جہازوں کو اپنی بندرگاہوں پر لنگرانداز ہونے سے روک کر مسلمان فلسطینیوں کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کیا ہے۔ دیگر ممالک، خصوصاً مسلم حکمران اگر ملائیشیا کی طرز پر اس قسم کے اقدامات کریں تو اسرائیل کو اپنے ارادوں کی تکمیل میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے۔ پہلے ہی اس جنگ کی وجہ سے اسرائیل، اقوام عالم میں تنہائی کا شکار ہو چکا ہے۔ اس کے خلاف نفرت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ سیکیورٹی کونسل میں روز بروز اس کے حمائتیوں کی تعداد میں کمی دیکھی گئی ہے۔ نیتن یاہو کو ریاست میں عوامی مخالفت کا سامنا ہے۔ اسرائیل کی تجارتی سرگرمیوں میں تیئیس فی صد سے زیادہ کمی واقع ہوئی ہے۔ دیگر وجوہ کے علاوہ مسلمانوں میں اس کے خلاف شدید نفرت کے جذبات پائے جاتے ہیں اور وہ اسرائیلی اشیاء کی خریداری کو دینی حمیت و غیرت کے خلاف اور فلسطینی بھائیوں کے مقاصد سے غداری سمجھتے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے کہ مسلمان حکمرانوں کا عمومی رویہ اس سلسلے میں قابلِ افسوس ہی ہے۔ ہمارے پاکستانی نگران وزیراعظم تو فلسطینی مسئلے کے دو ریاستی حل کی تائید میں قائداعظم کے موقف کی مخالفت کرتے ہوئے یہ کہہ گزرے ہیں کہ قائداعظم کا قول کوئی الہامی نہیں ہے۔ حالانکہ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اسرائیل کو ناجائز ریاست قرار دیا اور اس کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہمارا قومی اور ریاستی موقف بھی یہی ہے کہ اسرائیل کا وجود ناقابلِ تسلیم ہے۔

مسئلۂ کشمیر

مظلوم فلسطینیوں کی طرح مقبوضہ کشمیر میں بھی پون صدی سے مسلمانوں کا خون ارزاں ہے۔ برسہا برس کی جدوجہد آزادی اور ایک لاکھ سے زائد نوجوانوں کی شہادتیں بھی خطۂ کشمیر کو تاحال آزادی نہیں دلاسکیں۔

ہندوستان کی تقسیم کے وقت بھارت نے دیگر کئی ریاستوں کی طرح دھونس، دھاندلی اور برطانیہ کی خفیہ حمایت و سرپرستی سے ریاست جموں کشمیر پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔ مہاراجہ ہری سنگھ اور بھارت کے درمیان ہونے والے معاہدے میں طے پایا تھا کہ کشمیر کو خصوصی حیثیت

دی جائے گی۔ اس غرض سے ۱۹۴۹ء میں آرٹیکل ۳۷۰ نافذ کیا گیا۔ اس دفعہ کے تحت تسلیم کیا گیا کہ کشمیری اپنے لیے خود قوانین بنائیں گے اور ریاست کشمیر میں بھارتی قوانین لاگو نہیں ہوں گے۔ نیز دفعہ ۳۵/اے کے تحت واضح کیا گیا کہ بھارتی شہری کشمیر میں مستقل شہریت اختیار نہیں کر سکیں گے۔ یہ آئینی تحفظ کشمیری مسلمانوں کو جدو جہد آزادی سے روک نہیں سکا تھا اور وہ روزِ اوّل سے ہی پاکستان کے ساتھ الحاق کے سوا کسی دوسرے آپشن کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ تاہم درج بالا آرٹیکل کی موجودگی اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے اور وہ بھارت کا حصہ نہیں ہے اور یہ کہ سلامتی کونسل کی درجن بھر قراردادوں کی روشنی میں بھارت پر لازم ہے کہ وہ کشمیر میں استصوابِ رائے کرائے۔ جس کا کہ بھارت خود یو این میں وعدہ کر چکا ہے۔ اس کے برعکس ۲۰۱۹ء میں مودی حکومت نے اس ۸۰ لاکھ آبادی اور مسلم اکثریتی خطے کو بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے درج بالا دفعات کو کالعدم قرار دے کر کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کر دی۔ اس اقدام کا مقصد مقبوضہ کشمیر میں مسلم اکثریت کو بے اختیار کرنا اور انہیں ریاست میں دوسرے درجے کا شہری بنانا تھا۔ اس نئی صورت حال کی وجہ سے غیر مقامی لوگوں کو کشمیر میں جائدادیں خریدنے اور مستقل شہریت اختیار کرنے کی اجازت دی گئی۔ پورے بھارت کے امیدواروں کو کشمیر میں ملازمتوں کے لیے اہل قرار دیا گیا، تاکہ کشمیری مسلمانوں کے اکثریتی کردار اور جغرافیائی صورت حال کو تبدیل کر دیا جائے۔ بھارت کے اس اقدام کو چیلنج کرتے ہوئے کشمیری باشندوں نے بھارتی سپریم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ افسوس کہ بھارتی حکومت کے زیر اثر سپریم کورٹ نے حکومت کے فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے کشمیریوں کی رٹ خارج کر دی ہے۔ اس فیصلے سے مایوسی ضرور ہوئی، مگر یہ غیر متوقع نہیں ہے کیوں کہ تیسری دنیا کے ممالک کی عدالتیں بالعموم اہم بنیادی ریاستی امور میں حکومت کے خلاف فیصلے نہیں دیا کرتیں۔ اس فیصلے سے خطۂ کشمیر کی حیثیت پر کوئی جوہری فرق نہیں پڑنے والا۔ بین الاقوامی قوانین کے مطابق کشمیر بدستور متنازعہ علاقہ ہی ہے اور اقوام متحدہ میں موجود قراردادوں کی روشنی میں اس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔

اصل میں نریندر مودی ہندو انتہا پسند جماعت آر ایس ایس کا رکن ہے۔ اس انتہا پسند تنظیم اور بی جے پی کے ایجنڈے میں درج بالا آرٹیکل کو ختم کرنا شامل ہے۔ لہٰذا مودی حقیقت میں اسی ایجنڈے پر عمل پیرا ہے۔ بھارتی حکومت اپنے اس فاشسٹ نظریے کو تھوپنے کے لیے

ہر قسم کے جبر و تشدد سے کام لے رہی ہے۔ وادیٔ کشمیر میں اہم حریت پسند رہنما نظر بند یا قید میں ہیں، نوجوان بدترین تشدد کا شکار ہیں، کئی کئی شہادتیں روزانہ کا معمول بن چکا ہے، عورتوں کی عصمت دری کی جا رہی ہے، کشمیری بدترین معاشی بحران اور ننگ و افلاس کا شکار ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف بھارتی اپوزیشن کی دوسری بڑی جماعت کانگریس بھی اس معاملے میں جان بوجھ کر مبہم پوزیشن اختیار کیے رکھتی ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے کرتا دھرتا بھی کشمیری مسلمانوں کا ساتھ دینے کے بجائے مودی کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ بھارتی حکومت اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اپنے اس مذموم اقدام کو کشمیریوں کے لیے قابلِ قبول بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم امہ یک جان ہو کر مسلم دنیا کے مسائل کو حل کرنے کی تدبیر کرے۔ خصوصاً، مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم او آئی سی کے ذمہ داران پر بجا طور پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مسلم کاز کی پاسبانی کا فریضہ سرانجام دیں۔ فلسطین، کشمیر اور دنیا کے مختلف خطوں کے مظلوم و مقہور اور لاچار و بے بس مسلمانوں کو کفر کے ظلم و ستم سے نجات دلائیں۔ یہود و ہنود سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی بجائے اپنے فلسطینی اور کشمیری بھائیوں کے معاون و مددگار بن کر ان کی کامیابی کے لیے اپنے تمام تر وسائل اور سفارتی کوششیں بروئے کار لائیں، بلکہ ان کے شانہ بشانہ اس جہاد کا حصہ بنیں، تاکہ ان کی یہ تاریک رات ختم ہو۔ کیا مسلمان حکمرانوں نے قرآن مجید کی یہ تنبیہ نہیں پڑھی:

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ؕ---

[النساء،۴:۷۵]

”اے مسلمانو! اور تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ جنگ نہیں کرتے، حالانکہ کئی کمزور مرد، عورتیں اور بچے یہ فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال دے، جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا دے“---

انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد اعلیٰ ترین شخصیت

(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کائنات میں انبیاء ورسل کے بعد سب سے اعلیٰ، سب سے افضل اور سب سے برتر ہستی کون سی ہے؟---تو بلا تأمل جواب ہوگا:

''سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ''

کون صدیق؟

- ......پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جانشین صدیق
- ......رمزِ رسالت کے امین صدیق
- ......کمالاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مظہر صدیق
- ......تسلیم ورضا کے پیکر صدیق
- ......خاصۂ خاصانِ عشق ووفا صدیق
- ......مرقعِ صدق وصفا صدیق
- ......اتباع واطاعت کی تصویر صدیق
- ......آفتابِ رسالت کی تنویر صدیق
- ......سراپا عزم واستقامت صدیق
- ......مجسمۂ حکمت وفراست صدیق
- ......پاسبانِ عقیدۂ ختم نبوت صدیق
- ......ماحیٔ کفر وردّت صدیق
- ......تاج دارِ صداقت صدیق
- ......ترجمانِ شریعت وطریقت صدیق
- ......محسنِ ملت صدیق
- ......خیر الامت صدیق
- ......علم بردار مساوات صدیق
- ......محافظِ زکوٰۃ صدیق
- ......جامعِ قرآن صدیق
- ......صاحبِ ایمان وعرفان وایقان صدیق

- وہ محبوبِ محبوبِ خدا، جس نے محبت کا حق ادا کر دیا---جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے اپنے آرام کو تج دیا---جس نے زندگی کے ہر موڑ پر رفاقت کا حق ادا کیا---

جس کا شکریہ ادا کرنا، حضور ﷺ نے اپنی امت پر واجب قرار دیا اور جس سے محبت کو آپ ﷺ نے عینِ ایمان اور بغض رکھنے کو کفر کے ہم پلہ قرار دیا:

((حُبُّ اَبِی بَکْرٍ وَّ شُکْرُہٗ وَاجِبٌ عَلٰی اُمَّتِیْ))---[۱]

''میری امت کے لیے لازم ہے کہ وہ ابوبکر سے محبت رکھے اور ان کی شکر گزار رہے''---

((حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ اِیْمَانٌ وَ بُغْضُھُمَا کُفْرٌ))---[۲]

''ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی محبت عین ایمان اور ان سے بغض و عداوت سراسر کفر ہے''---

- جن کی عظمت کا اندازہ حضور ﷺ کے اس فرمان گرامی سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

((خِصَالُ الْخَیْرِ ثَلَاثُ مِائَۃٍ وَّ سِتُّوْنَ خَصْلَۃً اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا جَعَلَ فِیْہِ خَصْلَۃً مِّنْھَا یَدْخُلُ بِھَا الْجَنَّۃَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اَفِیَّ شَیْئٌ مِّنْھَا قَالَ نَعَمْ جَمْعًا مِّنْ کُلٍّ))---[۳]

''بھلائی کی تین سو ساٹھ خصلتیں ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ان میں سے کسی ایک خصلت کے ساتھ متصف کر دیتا ہے، جس کے سبب وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، کیا ان خصائل میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی پائی جاتی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہاں، تیرے اندر تمام کی تمام خوبیاں موجود ہیں''---

- وہ صدیق اکبر--- جو بے سایہ نبی ﷺ کے ظل اعظم ہیں، جن کے دل پر شعاعِ غیبی کا ظہور لطیفۂ قلبیہ سے ہوتا تھا، جن کے متعلق عالم ما کان و ما یکون ﷺ نے فرمایا:

((مَا فُضِّلَکُمْ اَبُوْ بَکْرٍ بِکَثْرَۃِ صَوْمٍ وَّ لَا صَلٰوۃٍ وَ لٰکِنْ بِشَیْئٍ وُقِرَ فِیْ صَدْرِہٖ))---[۴]

''ابوبکر کو تم سب پر نماز اور روزہ کی کثرت کی بنا پر برتری نہیں بلکہ ان کی فضیلت کی وجہ وہ خاص چیز ہے جو ان کے سینے میں ودیعت کی گئی ہے''---

نیز فرمایا:

((مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ))---[۵]

''جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے سینۂ پاک میں ڈالا ہے، وہ سب کچھ میں نے

ابوبکر کے سینے میں نچوڑ دیا ہے‘‘---

گویا وہ اسرار و مغیبات اور انوار و تجلیات جو سید الانبیاء ﷺ کے قلب اطہر پر وارد ہوئیں، وہ سب کچھ قلبِ ابی بکر پر متجلی ہوئے---اللہ اللہ! اس قدر رفعت و عظمت کے باوجود آقائے نام دار مدنی تاج دار ﷺ آپ کے لیے بارگاہ خداوند قدوس سے مزید درجات طلب کرتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَبَابَکْرٍ مَعِیَ فِی دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ ان اللّٰہَ قَدِ اسْتَجَابَ لَکَ))---[۶]

’’بار الہا! ابوبکر کو روز قیامت میرے ساتھ میرے مرتبے پر فائز فرما---اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی اس دعا کی قبولیت کی بشارت دی‘‘---

محبوبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا مرتبہ ہوگا، روزِ محشر---بقول مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ:

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

روزِ محشر عظمتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

ابن عبدربہ، کتاب بھجۃ المجالس میں روایت کرتے ہیں کہ حضور پُرنور افضل صلوات اللہ و تسلیماتہٗ علیہ فرماتے ہیں کہ روزِ قیامت صراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائے گا، پھر ایک فرشتہ آکر اس کے پہلے زینہ پر کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا، اے گروہِ مسلمانان!

مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَ مَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا مٰلِکٌ خَازِنُ النَّارِ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ جَھَنَّمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَ اِنَّ مُحَمَّدًا اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اِشْھَدُوْا ھَاہ اِشْھَدُوْا---

’’جس نے مجھے پہچانا اس نے مجھے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں مالک داروغۂ دوزخ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں محمد ﷺ کو دے دوں اور محمد ﷺ کا حکم ہے کہ ابوبکر صدیق کے سپرد کردوں، ہاں ہاں! گواہ ہوجاؤ‘‘---

پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہوکر پکارے گا، اے گروہ مسلمین!

مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَ مَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا رِضْوَانٌ خَازِنُ الْجِنَانِ

اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ الْجَنَّۃِ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَ اِنَّ مُحَمَّدًا اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَھَا اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ھَا اِشْھَدُوْا ھَاہُ اِشْھَدُوْا---

''جس نے مجھے جانا، اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان داروغۂ جنت ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کر دوں۔ ہاں ہاں! گواہ ہو جاؤ، ہاں ہاں! گواہ ہو جاؤ''---[۷]

افضل و اعلیٰ صدیق

- وہ متقی صدیق---جن کے تقوے پر خداوند قدوس نے ﴿وَ سَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقٰی﴾ کہہ کر مہر لگا دی، جن کے ایمان کی قوت وحقیقت کو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں منکشف فرماتے ہیں:

لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ اَھْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَ بِھِمْ---[۸]

''اگر تمام روئے زمین کے لوگوں کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسری جانب اکیلے ابوبکر کا ایمان ہو، جب بھی ایمانِ ابوبکر والا پلڑا غالب و بھاری رہے گا''---

جن کے نیک اعمال کے آگے اعداد وشمار اپنے عجز کے معترف ہیں:

اصحاب رسول کا جمگھٹا ہے---ستاروں کے جھرمٹ میں نبوت کا چاند جلوہ گر ہے---آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لب وا کیے---صحابہ (رضی اللہ عنہم) سراپا گوش بن گئے---غیب کی خبریں بتانے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابھی ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے، میں نے ان سے عمر کے فضائل کے بارے میں پوچھا، جبریل علیہ السلام نے کہا:

جب تک نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے (تقریباً ایک ہزار سال) اتنی طویل مدت تک میں عمر کے فضائل میں رطب اللساں رہوں، جب بھی ان کے فضائل بیان نہ کر پاؤں---

وَ اِنَّ عُمَرَ حَسَنَۃٌ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ---[۹]

''اور عمر، ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی (کے برابر) ہیں''---

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عمر بھر کی حسنات حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کی مانند ہیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومحامد کا شمار کیوں کر ہو؟---

- افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اس سے بڑھ کر مزید کسی دلیل کی کیا حاجت رہ جاتی ہے، کہ مدینۃ العلم نبی رحمت، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَ لَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ))---[۱۰]

''انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد ابو بکر صدیق سے افضل پر سورج طلوع یا غروب نہیں ہوا''---

حضرت سیدی محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پوچھا:

اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم---[۱۱]

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہتر و برتر کون ہیں؟---

آپ نے فرمایا: ''ابو بکر''---

یعنی صدیق اکبر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ کائنات بھر میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں---

اے صاحبِ رسول خداوند بحر و بر
صدیق پاک ، مخزنِ تصدیق کے گہر
اے یارِ غار، اس سے زیادہ میں کیا کہوں
بعد انبیا بزرگ توئی قصہ مختصر

- آپ عزم مسلسل کے پیکر تھے، آپ کی مجاہدانہ شان کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے داغ مفارقت دیا، تو ہر طرف ایک کہرام سا مچ گیا، اسلام کی بنیادیں زلزلہ بپا دکھائی دینے لگیں، بہت سے لوگ مرتد ہو گئے، بغاوت کی خبروں نے بڑے بڑے جگر رکھنے والوں کو خوف زدہ کر دیا، ایسے میں آپ ہمت کا چراغ بنے اور تمام مشقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے---

- وہ محبوبِ محبوبِ رب العلی صدیق، جن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں وہی مقام و مرتبہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تھا---جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے، اسی اثنا میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ و معانقہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا أَبَا الْحَسَنِ مَنْزِلَةُ أَبِيْ بَكرٍ عِنْدِيْ كَمَنْزِلَتِيْ عِنْدَ رَبِّيْ---[۱۲]

''اے ابوالحسن (علی)! میرے ہاں ابوبکر کی وہی قدر ومنزلت ہے جو میری میرے رب کے ہاں ہے''---

آپ کے انہی خصوصی کمالات کو مدنظر رکھتے ہوئے خلیفۂ ثانی حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینۂ پاک کا بال بننے کی آرزو کرتے ہوئے برملا اظہار کرتے:

لَوَدِدْتُ أَنِّيْ شَعْرَةٌ فِيْ صَدْرِ اَبِيْ بَكرٍ---[۱۳]

''کاش میں سینۂ ابوبکر کا ایک بال ہوتا''---

حوالہ جات

۱......ابن عساکر، حافظ، تاریخ دمشق الکبیر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، جلد۳۲، صفحہ۹۵

۲...... تاریخ دمشق الکبیر، جلد۳۲، صفحہ۹۶/ امام جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، میر محمد کتب خانہ کراچی، صفحہ۵۳

۳......تاریخ الخلفاء، صفحہ۵۸/ امام احمد بن حجر ہیتمی، الصواعق المحرقة، مکتبہ قاہرہ مصر، صفحہ۴۷

۴......امام عبدالوہاب شعرانی، الیواقیت و الجواهر، مصر، جلد۲، صفحہ۳۷

۵......علامہ اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، مصر، جلد۳، صفحہ۵۲۵/ نزھة المجالس، جلد۲، صفحہ۱۸۲

۶......ابونعیم اصبہانی، حلیة الاولیاء، بیروت، جلد۱، صفحہ۳۳/ مقدمة الھدایة، اخیرین، از مولوی عبدالحی لکھنوی، صفحہ۵/ مومن بن حسن شبلنجی، نور الابصار، یوسفیہ مصر، صفحہ۵۵

۷...... الامن و العلیٰ (اعلیٰ حضرت محدث بریلوی)، حدیث:۶۸

۸...... تاریخ دمشق الکبیر، جلد۳۲، صفحہ۸۵/ الصواعق المحرقة، صفحہ۸۴

۹...... تاریخ الخلفاء، صفحہ۵۱/ الصواعق المحرقة، صفحہ۸۰

۱۰......محب طبری، الریاض النضرة فی مناقب العشرة، دار الکتب العلمیة بیروت، جلد۱، صفحہ۱۳۶/ تاریخ دمشق الکبیر، جلد۳۲، صفحہ۱۳۸/ تاریخ الخلفاء، ص۴۶

۱۱...... صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب لو کنت متخذا خلیلا، حدیث۳۶۸۱، ج۱، ص۵۱۸

۱۲...... الریاض النضرة فی مناقب العشرة، جلد۱، صفحہ۱۸۵

۱۳...... تاریخ الخلفاء، صفحہ۵۹

❁❁❁❁❁

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا محمد صدیق ہزاروی

خالقِ کائنات نے جن نفوسِ قدسیہ کو نوعِ انسانی کی ہدایت وراہنمائی کے لیے بھیجا، انہیں دیگر افرادِ انسانیت سے ممتاز اور ارفع واعلیٰ مقام عطا فرمایا۔ اسی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو کچھ ایسے امور سے سرفراز فرمایا، جنہیں سمجھنے سے عقلِ انسانی قاصر ہے۔ ان محیر العقول کاموں کو معجزہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

معجزاتِ انبیاء، ان کی نبوت کی دلیل ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ معجزہ کا اظہار ضروری ہوتا ہے۔ واقعۂ معراج، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اہم معجزہ ہے، جو عظمتِ انسانیت کا آئینہ دار اور سائنسی علوم کا منبع ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا بغور مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جس دور میں جو چیز عظمت کا نشان رہی ہے، اس دَور کے نبی کو اس انداز کا معجزہ دیا گیا۔ تاکہ عالم انسانیت پر روشن ہو سکے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مقدس جماعت اپنے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے دیگر افرادِ انسانیت سے کہیں آگے ہے۔

مثلاً حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دور جادو کا دور تھا، تو آپ کو بصورتِ عصا معجزہ عطا کیا گیا

جو سانپ بن جاتا اور پھر عصا کی شکل اختیار کر لیتا اور چمکتا دمکتا ہاتھ جو جادوگروں کے جادو کو شکستِ فاش دے گیا۔

اسی طرح حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب وحکمت کا زمانہ تھا۔ جالینوس ایسے حکماء اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن جو کچھ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات نے کر دکھایا کہ پیدائشی اندھوں کو بینائی مل گئی، برص وجذام کے مریض شفایاب ہو گئے اور تنِ مردہ میں جان آنے لگی، بلکہ امورِ غیبیہ کی خبریں دی گئیں۔ عیسوی دور کے حکماء اس کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ سید الرسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور فصاحت و بلاغت کا دور تھا، اس لیے قرآن پاک جیسی فصیح و بلیغ کتاب عطا کی گئی، جس کا جواب دینے سے عرب کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء عاجز آ گئے اور چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت عالم گیر و دائمی ہے، لہٰذا آج کے دور میں سائنسی ترقی عروج پر ہے، وہ دورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ترقی ہے۔

تو ایسے میں جب کہ سائنسی ترقی بلاشبہ اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ چکی ہے اور انسان چاند پر کمند ڈال رہا ہے، واقعۂ معراج دنیا بھر کے سائنس دانوں کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے کہ بشریتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم سری کا دعویٰ کرنے والو! تم سائنس میں لاکھ ترقی کر لو، لیکن ان منازل تک پہنچنا اور انہیں طے کرنا تمہارے بس کی بات نہیں، جسے شبِ معراج حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے درِّ یتیم نے طے کیا ہے۔

گویا واقعہ معراج، عظمتِ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن دلیل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کیوں کرایا گیا؟ قرآن پاک نے اس کی وجہ لِنُرِیَہٗ مِنْ آیَاتِنَا ''تاکہ ہم انہیں اپنی بعض نشانیاں دکھائیں'' میں بیان کی ہے، اس کے ساتھ ساتھ علمائے کرام نے بھی کچھ اسباب و علل کی طرف اشارہ کیا ہے، مثلاً ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی نیابتِ مطلقہ سے سرفراز فرمایا اور زمین و آسمان میں آپ کی حاکمیت و سروری کو جاری فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میرے دو وزیر زمین پر ہیں، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دو وزیر آسمان پر ہیں، حضرت سیدنا جبریل اور حضرت سیدنا میکائیل علیہما السلام۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان کی سیر کرائی، آپ نے جنت و دوزخ

کا معائنہ فرمایا اور سدرۃ المنتہیٰ جو مقام جبریل ہے، سے بھی آگے گزر کر عرش، لوح و قلم، بلکہ مکانیت کی حدود کو پار کر کے لامکان تک رسائی حاصل کر کے قربِ خداوندی کی وہ منازل طے کیں، جو صرف آپ ہی کا حصہ ہیں۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ فرشتوں کی مقدس و معصوم و بے گناہ جماعت جو ہر وقت عبادتِ خداوندی میں مصروف رہتی ہے، ان کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام بھی پیچھے رہ گئے اور انسانیت کے نمائندہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ گئے، جو اس بات کی علامت ہے کہ:

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

کے مصداق انسان جو حرص و ہوس اور نفس و شیطان کے دام تزویر میں پھنسا ہوا ہے، جب اپنے خالق و مالک کی فرماں برداری کرتا ہے اور اس کا حکم بجا لاتا ہے، اس کا مقام فرشتے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جب جوہری اپنے جوہر کی قیمت معلوم کرنا چاہتا ہے تو جوہر کو کسی تھال میں رکھ کر اس پر درہم و دینار ڈالتا ہے، جب تک اس جوہر کی قیمت پوری نہ ہو، وہ باہر نکل کر اوپر کی طرف بڑھ جاتا ہے، اس پر مزید درہم و دینار ڈالے جاتے ہیں، حتی کہ اس کی قیمت پوری ہو جائے۔ غرض یہ کہ جب تک اس کی قیمت پوری نہیں ہوتی ہے تو درہم و دینار نیچے اور یہ اوپر ہوتا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ تمام درہم و دینار اس جوہر کے مقابلے میں پیچھے ہیں اور اس کی قیمت ان سب سے زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، پھر وہاں تمام انبیاء علیہم السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں کھڑا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کے امام و پیشوا کہلائے۔ اس کے بعد پہلا آسمان، پھر دوسرا، حتی کہ ساتویں آسمان سے بھی آگے بڑھ گئے، پھر سدرۃ المنتہیٰ سے متجاوز ہوئے، بعد ازاں عرش، لوح و قلم حتی کہ مکاں پیچھے رہ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیٰ فتدلّٰی کی منزلیں طے کرتے ہوئے حریم خداوندی میں داخل ہو گئے، جسے لامکاں کہا جاتا ہے۔

اگر جوہریوں کے ضابطہ کو پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ فیصلہ کرنا لازمی ہوگا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جب تمام کائنات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں آ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھتے گئے تو معلوم ہوا کہ کائنات کی تمام اشیاء زمین و آسمان اور ان کے اندر موجود تمام خلقِ خدا،

مقامِ مصطفیٰ کی ابتدا تک بھی رسائی حاصل نہیں کرسکتیں اور یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سنن دارمی کی ایک روایت میں ہے:

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو اپنی نبوت کا کیسے علم ہوا؟ حتی کہ آپ نے یقین کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوذر! میں مکہ مکرمہ کے بعض پتھریلے علاقے میں تھا کہ دوفرشتے آئے ان میں ایک زمین کی طرف گیا جب کہ دوسرا زمین وآسمان کے درمیان میں تھا، ایک نے دوسرے سے کہا، یہ وہی ہیں، اس نے کہا، ہاں۔ پہلے نے کہا، ان کا ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو، چناں چہ میرا وزن کیا گیا، میں وزنی تھا، پھر کہا، دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اب بھی میں وزنی تھا۔ پھر سو کے ساتھ، پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا گیا لیکن ہر بار میرا وزن زیادہ ہوتا۔ ان میں سے ایک نے کہا، اگر تم ان کو پوری امت کے ساتھ تولوگے، تب بھی یہ بھاری رہیں گے''---

واقعۂ معراج کی ایک حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شبِ معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مختلف بداعمالیوں کے مرتکب افراد کو سزا میں مبتلا دکھایا گیا، چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امت کی ہدایت و رہنمائی کے لیے تشریف لائے، اس لیے وہ تعلیمات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت تک پہنچائیں اور وہ برے اعمال، جن کے ارتکاب سے امت کو روکا، ان کی سزاؤں کا ذکر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معائنہ تک کرادیا تاکہ اسلام کا عظیم مبلغ اپنی امت کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کراتے ہوئے مکمل آگاہی رکھتا ہو۔

اس مختصر مضمون میں واقعۂ معراج کی تفصیل پیش کرنا ممکن نہیں، البتہ خلاصہ کے طور پر اتنا عرض کردیا جاتا ہے کہ واقعہ معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکہ مکرمہ میں رجب المرجب کی ستائیسویں کو پیش آیا اور حالتِ بیداری میں روح وجسم کے ساتھ یہ سفر مبارک کیا گیا، محض روحانی یا خواب میں پیش آنے والا واقعہ نہ تھا۔

واقعۂ معراج کے تین حصے ہیں، پہلا حصہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، دوسرا حصہ مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور تیسرا حصہ سدرۃ المنتہیٰ سے لامکاں تک۔ مسجد اقصیٰ میں

آپ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی اور پھر مختلف آسمانوں پر انبیاء کرام علیہم السلام کو استقبال کے لیے تیار پایا۔ سدرۃ المنتہٰی تک جبریل علیہ السلام کا ساتھ رہا، لیکن اس کے بعد آپ ﷺ تنہا منازل طے کر کے بارگاہِ خداوندی میں پہنچے۔

سفرِ معراج سے واپسی پر رحمۃ للعالمین ﷺ اپنی امت کے لیے نماز کا تحفہ لے کر آئے، چوں کہ نماز تحفہ معراج ہے، اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا، ''نماز مومن کی معراج ہے'' اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک انفرادی اور اجتماعی طور پر اقامتِ صلوٰۃ کا نظام جاری نہیں ہوتا، ملک وملت کی ترقی ناممکن ہے۔

کیوں کہ نماز اطاعتِ امیر کا سبق دیتی ہے، بے حیائی اور برائی سے محفوظ رکھ کر انسانی زندگی میں جذبۂ جہاد پیدا کرتی ہے اور نفسانی خواہشات مغلوب ہو جاتی ہیں اور اس طرح انسان صرف اور صرف رضائے الٰہی کے پیشِ نظر زندگی گزارتا ہے۔

واقعہ معراج سے جہاں مقامِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت عیاں ہوتی ہے، وہاں ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ:

ع

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

کے مصداق انسان کو اللہ تعالیٰ نے عظیم قوت وصلاحیت کا مالک بنایا ہے، وہ فضاؤں کو چیر سکتا ہے اور سمندروں کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے، غرض کہ جہدِ مسلسل اور ہمت واستقلال کے دامن سے وابستہ انسان خدمتِ خلق کے لیے کارہائے نمایاں انجام دے سکتا ہے اور یہی معراجِ انسانیت ہے۔

سائنسی بنیادوں پر خلقِ خدا کی تباہی کا سامان کرنا کوئی کمال نہیں، بلکہ سائنسی علوم کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرنا ہی درحقیقت عروج وترقی کی پسندیدہ صورت ہے، خدا کرے انسان اس حقیقت سے آشنا ہو جائے۔

شبِ معراج نہایت بابرکت رات ہے، اس میں جس قدر ممکن ہو اللہ تعالیٰ کی عبادت، نوافل، تلاوتِ قرآن مجید، بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں صلوٰۃ وسلام اور صدقات وخیرات کے ذریعے قربِ خداوندی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

پہلی قسط

قائدانہ اَوصاف......اسوۂ حسنہ کی روشنی میں

پروفیسر خلیل احمد نوری

قیادت کے اعلیٰ اوصاف سے مزین افراد کا فقدان، تمام مسلمان ملکوں کا عموماً اور پاکستان کا خصوصاً اہم مسئلہ ہے۔ نا اہل قیادت نے مسلم امہ کو دینی، روحانی، علمی، قومی، سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں دیگر اقوام کے مقابلے میں بہت پیچھے دھکیل دیا ہے۔ آئندہ سطور میں حضور خاتم النبیین، سید المرسلین ﷺ کے قائدانہ اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ سیرتِ طیبہ کے اس روشن پہلو سے استفادہ کر کے ہم، اعلیٰ اوصاف قیادت کے متعلق اپنے علم میں اضافہ کر سکیں اور دینی و روحانی قیادتوں اور قومی و سیاسی رہنماؤں کا بہتر انتخاب کرنے میں ہمیں مدد ملے۔

دنیا بھر میں مینجمنٹ کا مضمون پڑھاتے ہوئے qualities of leader ship (قیادت کے اوصاف) ضمنی مضمون کے طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔ جس کا مقصد کسی انتظامی، صنعتی، تجارتی یا سیاسی تنظیم (Orgnaization) کے سربراہ کو اس قابل بنانا ہے کہ جس سے

وہ اپنے ماتحتوں سے بہتر طور پر کام لے سکے۔ اس سے باآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ قیادت کی تیاری کا یہ مقصد نہایت محدود اور پیشہ وارانہ ہے۔ اس کی غرض وغایت بس اتنی ہے کہ ٹیم لیڈر میں ایسی اہلیت پیدا کی جائے کہ وہ ماتحتوں اور تنظیمی کارکنوں کو اپنے مادی مفاد کے لیے پوری استعداد سے استعمال کر سکے۔ اس کے برعکس، رسولِ اکرم ﷺ کا اسوہ، ایسی قیادت کی فراہمی کا ضامن ہے جس سے یقینی طور پر، ہم دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

دنیا میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام انسانوں کی رہبری کے لیے تشریف لائے۔ ان کا فرض منصبی ہی انسانیت کو فلاح کی راہ پر ڈالنا تھا۔ وہ معلم تھے، مبلغ تھے اور مربی و سالارِ قافلہ بھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان صفات سے بھرپور نواز کر مبعوث فرمایا، جن کی بدولت وہ اپنی منصبی ذمہ داریاں بحسن وخوبی ادا کر سکیں۔ حضور سید الانبیاء ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جامع الصفات پیدا فرمایا اور آپ ﷺ کو سراجِ منیر یعنی روشن اور چمکتا ہوا چراغ قرار دیا [الاحزاب، ۳۳:۴۶] آپ کا نورِ تاباں، سورج کی کرنوں کی طرح تمام شعبہ ہائے زندگی کو منور کر رہا ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ، تمام انسانیت کے لیے بہترین نمونہ عمل [الاحزاب، ۳۳:۲۱] اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت و رہنمائی ہی بہترین ہدایت ہے [مسند احمد، حدیث: ۱۴۹۸۴] پس ضروری ہے کہ اوصافِ قیادت کے لیے بھی ہم حضور نبیٔ آخر ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے رہنمائی حاصل کریں۔ درج ذیل میں چند نکات کے ذریعے موضوع کی وضاحت کی جاتی ہے:

❶ شخصی خصائل و شمائل

کسی جماعت، قوم یا ملک کے قائد میں جن خوبیوں کا ہونا ازبس ضروری ہے، ان میں سرفہرست شخصی وجاہت ہے۔ یعنی انسان کے خدوخال کا خوبصورت اور پرکشش ہونا۔ اعضاء بدن کا توازن و اعتدال پر ہونا اور بدن کا نقص و عیب سے پاک ہونا۔ جسمانی خوبصورتی، اگرچہ کسبی خوبی نہیں کہ کوئی شخص محنت و کوشش سے حاصل کر لے، یہ محض عطیۂ خداوندی ہے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ جسمانی طور پر حسین و جمیل قائد، اپنے پیرؤوں کے لیے زیادہ قابلِ احترام، لائقِ تعظیم و محبت، پراثر اور لائقِ اتباع و اطاعت ٹھہرتا ہے۔ جسمانی نقص یا

ظاہری طور پر بھدا پن، دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں رکاوٹ کا باعث ہو سکتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کی قیادت و سیادت کا منصب عطا فرمایا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن و جمال میں کائنات کا شاہکار بنا کر دنیا میں بھیجا۔ اس سلسلے میں ان ہستیوں کی گواہی کافی ہے، جنہوں نے اس پیکرِ حسن و جمال (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زیارت و ملاقات سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور دلوں کو قرار بخشا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ انور کی تابانیوں اور جسمانی خوبصورتی کا تذکرہ بڑے والہانہ اور دل نشیں انداز میں کیا ہے، جیسا کہ درج ذیل روایات سے معلوم ہوگا۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح چمک دار تھا؟ فرمایا:

لَا، بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ ---

''نہیں! بلکہ آپ کا چہرۂ انور چاند کی طرح حسین و جمیل تھا''---

نیز فرمایا:

أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا---

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلحاظِ صورت سب انسانوں سے حسین تر تھے''---

یہ بھی فرمایا:

لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ---

''میں نے ہرگز کسی کو آپ سے بڑھ کر حسین و جمیل نہیں دیکھا''---

[بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ کا رنگ پھول جیسا کھلا ہوا تھا۔

[بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا:

إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰی كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ---

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسرور ہوتے تو آپ کا چہرۂ اقدس نور بار ہو جاتا

جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو'' ---[بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا:

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ---

''میں نے نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی اور کو نہیں پایا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے رخ انور میں سورج تیر رہا ہے'' ---

[ترمذی، سنن: ابواب المناقب، باب قول ابی هريرة......]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو چاندنی رات میں رسول اللہ ﷺ کے حسن و جمال کا چاند کے ساتھ موازنہ کرنے کا موقع ملا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ:

فَإِذَا هُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ---

''میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ اقدس چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین اور دل کش و دل ربا تھا'' ---

[ترمذی، سنن: ابواب الادب، باب ما جاء فی الرخصة............]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کسی ریشم کو نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس کی خوشبو سے بہتر ہو۔[بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ]

حضور فداہ امی و ابی (ﷺ) کے جسم اطہر کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک تخلیق فرمایا۔ سر اقدس سے پاؤں مبارک تک پورا بدن مبارک متناسب اور کمال موزونیت کا شاہکار تھا۔ احادیث اور سیرتِ طیبہ کی کتابوں میں حضور ﷺ کی جسمانی ساخت حتیٰ کہ ایک ایک عضوِ مقدس کی موزونیت پر الگ الگ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس موضوع پر حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی اپنے ماموں جان حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کی روایات جامع ہیں اور موضوع کا پورا احاطہ کرتی ہیں۔ طوالت سے بچنے کے لیے یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی جاتی ہے۔ فرمایا:

’’رسول اللہ ﷺ کا قد مبارک نہ لمبا تھا نہ پست، بلکہ آپ درمیانے قد والے تھے۔ سر کے بال مبارک نہ بہت پیچ دار اور نہ بالکل سیدھے بلکہ قدرے خم دار تھے۔ جسم اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔ چہرۂ پُرنور میں تھوڑی سے گولائی تھی۔ رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں۔ پلکیں لمبی تھیں۔ جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی تھیں۔ کندھوں کے درمیانی حصے کی جگہ پُرگوشت تھی۔ آپ ﷺ کے بدن مبارک پر زیادہ بال نہ تھے۔ آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک، پُرگوشت تھے۔ حضور ﷺ جب چلتے تو قدموں کو پوری قوت سے اٹھاتے، لگتا جیسے ڈھلوان سے اتر رہے ہوں۔ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن کو پھیر کر متوجہ ہوتے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، سب سے زیادہ سخی دل والے اور سب سے سچی زبان والے۔ سب سے زیادہ نرم طبیعت کے مالک اور خاندان کے اعتبار سے سب سے افضل۔ آپ ﷺ کو جو اچانک دیکھتا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا۔ لیکن جوں جوں قریب آتا، آپ ﷺ سے مانوس ہو جاتا اور محبت کرنے لگتا۔ جو بھی آپ کا حلیہ مبارک بیان کرے گا، یہی کہے گا کہ میں نے آپ جیسا پہلے دیکھا، نہ بعد میں‘‘---[ترمذی، سنن، ابواب المناقب، باب وصف آخر من علی، حدیث: ۳۶۳۸/ ابنِ ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱: ۳۶۷، ۳۶۸]

درست کہا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت میں کوئی ہستی شریک نہیں، اسی طرح انسانِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے حسن و جمال اور حسنِ کردار میں وحدہ لاشریک ہیں۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے:

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

[جاری ہے]

عظمتِ شعبان

مولانا ابوالسرور منظور احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ

شعبان کے پانچ حروف ہیں، شین، عین، با، الف اور نون:

فَالشِّیْنُ مِنَ الشَّرَفِ وَ الْعَیْنُ مِنَ الْعُلُوِّ وَ الْبَاءُ مِنَ الْبِرِّ وَ الْاَلِفُ مِنَ الْاُلْفَۃِ وَ النُّوْنُ مِنَ النُّوْرِ---

''حرف شین شرف پر، عین علو (بلندی) پر، با بر (نیکی) پر اور الف الفت پر دال ہے، جب کہ نون سے مراد نور ہے''---

فَھٰذِہِ الْعَطَایَا مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لِلْعَبْدِ فِیْ ھٰذَا الشَّھْرِ---

''یہ سب عطائیں اور عنایات اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے اس ماہ میں بندوں پر ہوتی ہیں''---

وَ ھُوَ شَھْرٌ تُفْتَحُ فِیْہِ الْخَیْرَاتُ وَ تُنْزَلُ فِیْہِ الْبَرَکَاتُ وَ تُتْرَکُ فِیْہِ الْخَطِیَّاتُ وَ تُکَفَّرُ فِیْہِ السَّیِّئَاتُ وَ تُکْثَرُ فِیْہِ الصَّلَوَاتُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْبَرِیَّاتِ--- [غنیہ، صفحہ ۳۴۷]

''یہی وہ مہینہ ہے جس میں درِ خیر وا ہوتے ہیں اور برکتیں وا کی جاتی ہیں، گناہوں سے اجتناب کیا جاتا ہے، برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر، جو ساری مخلوق سے برتر ہیں، کثرت سے درود شریف پڑھا جاتا ہے''---

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

فَضْلُ رَجَبَ عَلٰی سَائِرِ الشُّھُوْرِ کَفَضْلِ الْقُرْآنِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ وَ فَضْلُ شَعْبَانَ عَلٰی سَائِرِ الشُّھُوْرِ کَفَضْلِیْ عَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ وَ فَضْلُ رَمَضَانَ عَلٰی سَائِرِ الشُّھُوْرِ کَفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی سَائِرِ خَلْقِہٖ---

''ماہِ رجب کی فضیلت سب مہینوں پر اس طرح ہے جیسے قرآن کی فضیلت سب دیگر کتابوں پر اور شعبان کی عظمت تمام مہینوں میں یوں ہے جیسے تمام انبیاء پر مجھے برتری ہے اور رمضان کی فضیلت تمام مہینوں پر اس طرح ہے جیسے ساری مخلوق پر اللہ تعالیٰ کو بزرگی حاصل ہے''---

خلاّق عالم نے اپنی مخلوق میں سے بعض چیزوں کو خصوصی عظمت وفضیلت سے بہرہ ور فرمایا ہے، ان میں سے بعض اشیاء کا تذکرہ شہنشاہ جیلاں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس طرح فرمایا ہے:

فَاللّٰهُ تَعَالٰی اِخْتَارَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اَرْبَعَةً ثُمَّ اخْتَارَ مِنَ الْاَرْبَعَةِ وَاحِدًا---

''اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شے میں چار کو چنا، مختص فرمایا اور پھر ان ہر چار میں سے ایک کو خاص کر کے برگزیدہ فرمایا''---

سب فرشتوں میں سے چار، جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل (علیہم السلام) سردار بنائے اور پھر ان سب کا سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گردانا۔

تمام انبیاء سے چار، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہم اجمعین کو چنا اور ان سب میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برتری بخشی۔

اصحاب رسول رضی اللہ عنہم میں سے چار، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی ذوالنورین اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو شرفِ انتخاب سے نوازا گیا، پھر ان سب کا برگزیدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ٹھہرایا۔

مساجد میں سے چار مسجدیں، مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد طور محترم گردانی گئیں، مگر ان سب سے زیادہ حرمت مسجد الحرام کو مرحمت فرمائی۔

ایام میں سے چار دن، یوم الفطر، یوم الاضحیٰ، یوم عرفہ اور یوم عاشوراء افضل قرار پائے، مگر ان میں سے زیادہ فضیلت کا حامل یوم عرفہ ہے۔

چار راتیں، لیلۃ القدر، لیلۃ البراءت، لیلۃ الجمعہ اور لیلۃ العید ہیں، ان سب راتوں میں سے لیلۃ القدر قدر و منزلت کے لحاظ سے بلند ہے۔

قطعاتِ ارض میں سے چار قطعے، مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور مساجد العشائر مقدس ہیں، مگر ان میں سے مکہ معظّمہ کو شرفِ فضیلت بخشا۔

چار پہاڑ سب پہاڑوں میں بہتر اور اعلیٰ گنے جاتے ہیں، اُحد، طور، لکام اور کوہِ لبنان، ان سب کا سردار کوہِ طور کو بنایا۔

دریاؤں میں چار دریا، جیحون، سیحون، فرات اور نیل ہیں، ان میں سے دریائے فرات کو سب پر برتری حاصل ہے۔

علیٰ ہذا القیاس سب مہینوں میں سے چار ماہ بہت عظمت و بزرگی والے شمار ہوتے ہیں، رجب، شعبان، رمضان اور محرم الحرام:

وَ اخْتَارَ مِنْهَا شَعْبَانَ وَ جَعَلَهٗ شَهْرَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَکَمَا اَنَّ النَّبِیَّ اَفْضَلُ الْاَنْبِیَاءِ وَ کَذٰلِكَ شَهْرُهٗ اَفْضَلُ الشُّهُوْرِ---

''ان میں شعبان کو مختص فرما کر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہینہ قرار دیا، پس جس طرح

سب انبیاء میں سے حضورِ اکرم ﷺ کی ذات افضل واعلیٰ ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا مہینا (شعبان) بھی تمام مہینوں سے افضل واعلیٰ ٹھہرایا''---

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّہٗ قَالَ شَعْبَانُ شَھْرِیْ وَ رَجَبُ شَھْرُ اللّٰہِ وَ رَمَضَانُ شَھْرُ اُمَّتِیْ شَعْبَانُ ھُوَ الْمُکَفِّرُ وَ رَمَضَانُ ھُوَ الْمُطَھِّرُ---

''بے شک آپ ﷺ نے فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ کا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے، شعبان گناہوں کو مٹانے والا اور رمضان گناہوں سے پاک کرنے والا ہے''---

بخاری شریف، جلد ا، صفحہ ۲۶۴/مشکوٰۃ، صفحہ ۱۷۸ میں حدیث موجود ہے، ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِسْتَکْمَلَ صِیَامَ شَھْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَ مَا رَأَیْتُہٗ اَکْثَرَ صِیَامًا مِنْہُ فِیْ شَعْبَانَ---

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان المبارک کے علاوہ کسی مہینہ کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا، دیگر مہینوں میں سب سے زیادہ روزے شعبان میں رکھا کرتے تھے''---

بلکہ ایک اور روایت میں ہے:

کَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ کُلَّہٗ---

''کبھی کبھی شعبان کا پورا مہینہ ہی روزوں میں گزار دیتے''---

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی:

''یا رسول اللہ! میں آپ کو ماہِ شعبان میں زیادہ تر روزہ دار دیکھتی ہوں''---

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عائشہ! یہ وہ مہینہ ہے جس میں موت کے فرشتے کو آئندہ سال میں فوت ہونے والوں کے نام لکھ کر دیے جاتے ہیں، میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرا نام لکھا جائے تو اس وقت میں روزہ سے ہوں''---

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

شَعْبَانُ شَھْرٌ بَیْنَ رَجَبَ وَ رَمَضَانَ یَغْفَلُ النَّاسُ عَنْہُ وَ فِیْہِ تُرْفَعُ اَعْمَالُ الْعِبَادِ اِلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فَاُحِبُّ اَنْ یُّرْفَعَ عَمَلِیْ وَ اَنَا صَائِمٌ---

''شعبان، رجب اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں،

اس میں لوگوں کے اعمال اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ میں اٹھائے جاتے ہیں، مجھے یہ بات پسندیدہ ہے کہ جب میرا عمل اٹھایا جائے تو میں روزہ کی حالت میں ہوں‘‘---

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب شعبان کا چاند دیکھ لیتے تو شب و روز تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے اور اپنے اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرتے تاکہ ان کے ساتھ کمزور اور مساکین بھی ماہِ رمضان کے روزے رکھنے پر قادر ہوسکیں‘‘---

علاوہ ازیں اس ماہِ معظم کی پندرھویں شب نہایت برکت و عظمت کی حامل رات ہے، جس کو لیلۃ البراءۃ سے موسوم کیا گیا ہے، اس کی الگ فضیلت احادیث مصطفویہ سے امس و شمس کی طرح واضح و مبین ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اہل ایمان کو توفیق عمل عطا فرمائے اور ہمارے اعمال کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

آمِیْنَ بِجَاہِ حَبِیْبِہِ الْاَمِیْنِ وَ مَا عَلَیَّ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

*****

وفیات

گزشتہ دنوں:

● ممتاز علمی شخصیت، ماہر تعلیم، مصنف، ادیب اور خطیب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (لاہور) ● دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے قدیم فاضل مولانا حافظ محمد شریف نوری (لاہور) ● مولانا صاحبزادہ حافظ قاری محمد ثناء اللہ اشرفی کی خوش دامن صاحبہ (مولانا غلام لاثانی اور مولانا قاری محمد شہباز، لاہور کی والدہ محترمہ) ● قاری اللہ دتہ نوری مدنی (اوکاڑا) کے قریبی عزیز اور مہر نوید احمد نوری (چورستہ میاں خاں) کے چچا مہر مقصود احمد ● الحاج سید محمد زاہد گیلانی (دیپال پور) کی ہمشیر، خواہر نسبتی اور بھانجی ● مولانا محمد دین نوری (عارف والا) کی والدہ محترمہ ● مولانا منظور احمد نوری (ادریس ٹاؤن، دیپال پور) کے نانا جان اور دادی محترمہ ● مولانا محمد رفیق نوری (ٹیچر چک 34/W.B، وہاڑی) کی بہو صاحبہ ● مولانا سید فیض رسول شاہ (ہارون آباد) کی دادی محترمہ اور سید اختر رسول شاہ کی والدہ محترمہ ● حافظ محمد امین نوری (کریانہ مرچنٹ، پرانا شہر، بصیر پور) کی اہلیہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں---اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

وظائف ونوافلِ شبِ براءت

مولانا الحاج حافظ نذیر احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ

- کچھ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ تلقین فرمائی ہے کہ اگر شعبان المعظم کی چودھویں تاریخ کو غروب آفتاب سے چند منٹ پہلے قبلہ رو کھڑے ہو کر چالیس مرتبہ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ چالیس برس کے گناہ معاف کر دے گا۔
- شعبان کا چاند دیکھ کر ہر طالب مغفرت کو چاہیے کہ:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَ لَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ---

رات اور دن کے بیشتر اوقات میں اس کو بطور وِرد پڑھتا رہے، خدا تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے بے حد ثواب عطا فرمائے گا۔ چودھویں شعبان کو مغرب کے بعد ہی سے اعمالِ خیر و نوافل میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

- شریعت اسلامیہ میں تاریخ کا آغاز آفتاب غروب ہونے پر فوراً ہو جاتا ہے، اس لیے شعبان کی چودھویں تاریخ سورج ڈوبنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور پندرہویں شب کا آغاز ہو جاتا ہے، قلم قدرت جدید سال کے اعمال آفتاب غروب ہونے کے بعد سے ہی لکھنا شروع کر دیتا ہے، اس لیے وہ مبارک بندے خوش اعمال بندوں کی فہرست میں درج ہو جاتے ہیں جو چودھویں شعبان کو مغرب کی نماز سے فارغ ہوتے ہی نوافل و تلاوت اور وظائف و اوراد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

بعد فراغت نماز مغرب دو رکعت نماز نفل پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد ہی سورہ یٰسین شریف پڑھے،

اس کے بعد دعائے نصف شعبان پڑھے پھر سر کو سجدہ میں رکھ کر خشوع کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعا مانگے، آثار قبول ظاہر ہوں گے۔ رد بلا، فراخی رزق، آزادیٔ زنداں اور درازی عمر کے لیے یہ طریقہ نفل منقول ہے۔

- جو شخص شب براءت کو دو رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی، پندرہ بار سورۂ اخلاص پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں مکان عطا فرمائے گا۔

ہدیہ روح سیدہ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا

آٹھ رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں اور ان کا ثواب حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حضور پیش کیا جائے تو حضرت سیدہ فرماتی ہیں، میں ایسے شخص کو جنت میں داخل کرانے کی ضامن ہوں۔

- اس رات میں قبرستان جانا، وہاں فاتحہ پڑھنا سنت ہے، اسی طرح بزرگان کی فاتحہ پڑھ کر صدقہ خیرات کرے اور اس رات کو ساری رات جاگ کر نفل پڑھے۔
- دس رکعتیں نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سو سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجتیں پوری فرماوے اور اس کے گناہ معاف فرمادے، اگر تمام رات نہ جاگ سکے تو جس قدر ہو سکے عبادت کرے اور زیارت قبور کرے (عورتیں قبرستان نہ جائیں، گھر میں نفل پڑھیں اور روزے رکھیں) [روح البیان]

صلوٰۃ الخیر

بہتر ہے سو رکعت نفل دو دو کر کے پڑھیں اور ہر رکعت میں گیارہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد، اس کو ''نمازِ خیر'' بھی کہتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص یہ نماز اس شب میں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر ستر مرتبہ نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر میں ستر حاجتیں پوری کرتا ہے۔ سب سے چھوٹی حاجت جملہ گناہوں سے پاک فرمانا ہے۔ [غنیۃ الطالبین]

جادو سے حفاظت

اگر اس رات کو سات پتے بیری کے پانی میں جوش دے اور غسل کرے تو ان شاء اللہ العزیز تمام سال جادو کے اثر سے محفوظ رہے گا۔ [اسلامی زندگی، مولفہ مفتی احمد یار خاں]

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس رات کی عظمت کو پہچانیں، یہ رات اور پندرھویں تاریخ کا دن پورے خشوع و خضوع سے عبادت الٰہی اور اطاعت الٰہی میں بسر کریں۔

آمین بجاہ حبیبہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

سرزمینِ انبیاء علیہم السلام میں (سفرنامہ شام واردن)

اردو ادب میں ایک مفید، مدلل، ثقہ اور معلومات افزا عمدہ دینی سفرنامہ کا اضافہ

تبصرہ نگار: پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل، استاذ (ر)
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

نام کتاب: سرزمینِ انبیاء علیہم السلام میں (سفرنامہ شام واُردن)
نام مصنف: (صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری
نام ناشر: فقیہ اعظم پبلی کیشنز، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (اوکاڑا)
صفحات: 544 قیمت: تحریر نہیں

اسلام عالمی دین اور انسانی ضابطۂ حیات ہونے کی حیثیت سے نہ صرف سفر کرنے کی پوری قوت سے ترغیب دیتا ہے بلکہ سفری کلفتوں، مشقتوں اور تکلیفوں کے باوجود ''سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ'' کا حکم دے کر اسے ضروری بھی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو قرآن حکیم نے اپنی متعدد سورتوں اور متنوع آیات میں مختلف مقاصد کے حصول کے لیے سفر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تو دوسری جانب بانیٔ اسلام اور خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل از بعثت اور بعد از بعثت متعدد اسفار اختیار کیے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ کے ساتھ ساتھ تبلیغ واشاعتِ دین، جہاد، سفارت کاری، تجارت اور دیگر مقاصد کے حصول کے لیے سفر پر روانہ کیا۔ اہلِ علم وفکر نہ صرف خود سفر اختیار کرتے رہے بلکہ اہلِ تصوف وسلوک تو سفر اختیار کرنے کو روحانی کامرانی کی سیڑھی کا زینہ قرار دیتے رہے ہیں۔

سفر وسیلۂ ظفر اسی وقت بنتا ہے جب اس کے عمدہ مقاصد ہوں، وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی رضا اور خوش نودی، عبادات، دینی شعائر کی بجا آوری، اسلام کی تبلیغ و اشاعت، مسلم اسلاف سے ہدایت حاصل کرنے، انسانی خدمت اور نصیحت و موعظت حاصل کرنے کے لیے اپنایا جائے۔ نیک مقاصد کے حصول اور انسانی خدمت کے لیے سفر کرنا کارِ عبادت، نیز باعثِ اجر و ثواب بھی ہے، کیونکہ سفر کرنے سے نہ صرف انسانی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے بلکہ وہ سفری مشاہدات و تجربات سے درسِ عبرت بھی حاصل کرتا ہے نیز وہ دینی امور کی نشر و اشاعت بھی سرانجام دیتا ہے۔

غالباً انہیں نیک مقاصد کے حصول کے لیے ''سرزمین انبیاء علیہم السلام میں'' کے فاضل مصنف نے یہ سفر اختیار کیا اور اس سفر کی روداد مرتب کی تاکہ نہ صرف مسلمانوں کو نیک مقاصد کے حصول کی ترغیب دی جائے، بلکہ سفرنامہ (Travelogs) کے ادب میں دینی سفرناموں میں فکر کو فروغ بھی دیا جائے۔ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمان نہ صرف مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس، نجفِ اشرف، کربلا معلیٰ، بغداد اور قم کا دینی سفر اختیار کرتے ہیں بلکہ وہ ایسے مقدس مقامات (Holy Places) پر بھی بار بار حاضری دیتے رہے ہیں جب کہ منظم انداز میں مسلمانوں کا جمع ہو کر مشرقِ وسطی کے ممالک کا دینی سفر اختیار کرنا ایک نیا عمل معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان دیگر ممالک کا سفر صرف اس لیے اختیار کریں تاکہ وہ ان خطوں میں آئے ہوئے صحابہ کرام، اولیاء و مشائخِ عظام، نامور علماء، دینی مصنفین اور دینی اسلاف کی قبروں پر حاضری دیں، انہیں ایصالِ ثواب اور اپنے لیے استغفار و دعا کریں۔

زیر تبصرہ کتاب ''سرزمینِ انبیاء علیہم السلام میں'' شام اور اُردن کے سفرنامہ پر مشتمل ہے، فاضل مرتب نے یہ سفر رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں اختیار کیا، جس میں ان کے چند رفقاء واحباب بھی ان کے شریکِ سفر رہے۔ اس سفر کے حوالے سے فاضل سفرنامہ خود تحریر کرتے ہیں:

''اس (سفر) میں دمشق کے علاوہ شام کے دیگر شہروں حمص، حلب، جبلہ، رقہ، بُصری اور مضافات کی بستیوں میں مزہ، داریا، نویٰ وغیرہ میں انبیاءِ کرام، صحابہ عظام، اہلِ بیت اطہار، بلند پایہ اولیاء و اصفیاء، جلیل القدر مشائخ و علماء کے مزارات پر حاضری اور وہاں کے تاریخی مقامات و آثار کی تفصیل پیش کر دی ہے ....سفر شام میں اُردن بھی جانا ہوا، اس سرزمین میں آسودہ برگزیدہ ہستیوں

خصوصاً شہداءِ غزوۂ موتہ کے مزارات پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی‘‘---

[ص 6-7]

اس سفرنامہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مرتب نے سفرناموں کے ادب میں ایک نئی جہت کا اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے غالباً نہ صرف پہلی بار شام اور اُردن کا اس دینی جذبۂ محبت اور خلوص کے تحت سفر و سیاحت اختیار کی کہ ان اسلامی ریاستوں میں موجود مقدس مقامات، دینی شعائر اور مذہبی مقدسات کی نہ صرف زیارت کی جائے، بلکہ ان سے اکتسابِ فیض بھی کیا جائے۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان دینی مقاصد کی تکمیل کے لیے اسلام کے ابتدائی دَور سے رختِ سفر باندھتے اور شدّ رحَال کرتے رہے ہیں، لیکن ان کی منزل حرمین کے علاوہ بغداد، نجف اشرف، کربلا معلیٰ یا بیت المقدس وغیرہ ہوتی تھی۔ شام اور اُردن کے ان دینی مقدسات کی نہ صرف فاضل مصنف نے خود بنفسِ نفیس زیارت (Visit) کی، بلکہ اپنی حاصل کردہ معلومات کو ہر خاص و عام کے لیے مرتب کر کے شائع بھی کیا۔ اس علمی اور دینی کارِ خیر کے لیے وہ یقیناً ستائش کے حق دار ہیں۔

ہمارا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ عام طور پر سفر سنی سنائی باتوں، بازاری معلومات اور زبان زدِ عوام باتوں پر مشتمل ہوتے ہیں، جن میں صدق و کذب کا مساوی امکان ہوتا ہے، تاہم اس سفرنامہ کے فاضل مسافر نے ایسا نہیں کیا جب کہ اس حوالے سے وہ خود یوں رقم طراز ہیں:

’’احقر نے شعوری طور پر اس امر کا التزام کیا ہے کہ سنی سنائی باتوں کی بجائے ہر بات مدلل ہو۔ چنانچہ 544 صفحات کی اس کتاب میں 744 حوالہ جات آ گئے ہیں‘‘---[ص 7]

چنانچہ اس سفرنامہ کی دینی روح (Religious Spirit) کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں نہ صرف حوالوں کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا ہے بلکہ اس کتاب کے آخر میں 154 مصادر و مراجع کی فہرست بھی الف بائی ترتیب سے شامل کر دی گئی ہے، جو نہ صرف اس سفرنامہ کی قدر و قیمت میں اضافہ کرتی ہے، بلکہ فاضل مرتب کا حوالہ جات اور فہرست مصادر و مراجع کا اہتمام کرنا، اس کتاب کو عام سفرناموں کی فہرست سے بالا کر کے محقق کتب کے دائرے میں داخل کر دیتا ہے، جو فاضل مرتب کے تحقیقی رجحان کا عکاس ہے۔ فاضل سفرنامہ نگار نے عوام کے استفادے کے لیے نہ صرف آسان اردو زبان تحریر کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ

چھوٹے چھوٹے اور عام فہم جملے لکھ کر انہوں نے اردو سفرناموں کو ایک نیا آہنگ عطا کیا ہے، جو لائقِ تحسین اور لائقِ توجہ و تقلید بھی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے چند اور امور بھی عیاں ہوتے ہیں، جو اس امید کے ساتھ شامل کیے جا رہے ہیں کہ اگر فاضل مصنف مناسب سمجھیں تو ان پر توجہ دیں، تاکہ اس کتاب کی آئندہ اشاعتوں کو مزید بہتر، مفید اور مکمل بنایا جا سکے:

❶ فاضل مرتب نے شام اور اُردن کے بہت سے دینی مقامات کا ذکر کر کے ان کی تاریخ، سوانح، وجہ شہرت اور بزرگوں کے کارہائے نمایاں سے بخوبی متعارف کرایا ہے، ان میں سے بہت سی معلومات غالباً پہلی بار اردو میں قاری کو میسر ہوئی ہیں۔ تاہم وہ ان دونوں ریاستوں میں موجود دینی مدارس، سلاسلِ تصوف، زندہ بزرگانِ دین، اہم علمی و فکری مجالس و مراکز نیز قرآن فہمی کے اداروں کا ذکر کرتے تو ان کی زیرِ تبصرہ تصنیف کی افادیت میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا۔ نیز ان سے قاری اور سیاح مستفید ہوتے۔

❷ فاضل مصنف کا پسِ منظر چونکہ دینی مدارس کا ہے جن کی اپنی زبان، اپنا ادب، اپنے محاورے، روزمرے، تمثیلچے اور اجزائے جملہ ہوتے ہیں، جن کا خمیر عربی اور فارسی زبان سے اٹھایا جاتا ہے، اس لیے ایسے فاضل مصنفین کی اپنی زبانِ تحریر ہوتی ہے، جس میں ہر وقت تسہیل کرنے اور اسے سلیس بنانے کی گنجائش باقی رہتی ہے، چنانچہ چند امثلہ ملاحظہ فرمائیے:

ا ایسے لوگ دراصل آپ کے انتہائی غامص (غامض) کلام کے فہم سے عاری ہیں۔ [ص286]

ب یہ جملہ توجہ طلب معلوم ہوتا ہے ''اور شام سے سوءِ● مدینۂ خیر الانام حاضر ہوئے۔ [ص6]

ج اطلسی زبان ●●[ص379] غالباً عام قاری یہ الفاظ نہیں سمجھ سکتا۔

●......کتاب میں اصل عبارت یوں درج ہے: سوئے مدینہ

●●......کتاب میں ''اطلسی زبان''، نہیں بلکہ ''اطلسی لباس'' ہے، یعنی ریشمی لباس مولانا کفایت علی کافی کا شعر ہے:

اس تن بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا   اطلس و کم خواب کی پوشاک پہ نازاں نہ ہو

د پہلے آپ کے دادا تھے [ص 38] یہ ایک نامکمل جملہ معلوم ہوتا ہے۔

ہ شام کے چالیس ابدال ہر جمعرات اور ہر پیر کو یہاں جمع ہوتے ہیں [ص 272] اس نکتہ کا حوالہ مفقود ہے۔

یہ چند نکات بطورِ مثال تحریر ہیں، ان پر توجہ دینے کی استدعا ہے۔

❸ زیرِ تبصرہ کتاب کا ص 488-530 حوالہ جات سے مزین ہے، جب کہ ص 531-542 مصادر و مراجع سے سجا ہوا ہے۔ جو حروفِ تہجی کی ترتیب سے مرتب کر کے شاملِ کتاب کیے گئے ہیں۔ دینی معلومات پر مشتمل سفرناموں اور تصانیف میں حوالہ جات اور فہارسِ مصادر و مراجع بیان کرنے کا اہتمام کرنا نہ صرف لائقِ تحسین ہے بلکہ پاکستان میں منہجِ تحقیق (Research Methodology) اپنانے کے رجحان کی بھی نشان دہی کرتا ہے، تاہم منہجِ تحقیق کے قواعد و کلیات مقرر اور مروّج ہوتے ہیں، جن کی طرف توجہ دینے کی سفارش کی جاتی ہے، کیونکہ مندرجہ 154 مصادر و مراجع میں سے کسی کا بھی سن ● طباعت یا ایڈیشن تحریر نہیں ہے، نیز ان میں سے 15 اندراج تکمیل طلب معلوم ہوتے ہیں، اسی طرح اسلوبِ تحقیق میں حوالہ (Reference) تحریر کرنے کے اصول و ضوابط بھی مدوّن ہو کر زیرِ استعمال ہیں، جن کی ہر محقق پیروی کرتا ہے، تاہم زیرِ نظر تحریر اس امر کی متقاضی ہے کہ حوالہ جات پر نظرِ ثانی کر کے انہیں ٹکسالی اور معیاری بنایا جائے۔ نیز ان میں جو یکسانیت پائی جاتی ہیں، ان کا تدارک کیا جائے۔

❹ بلا شبہ ''سرزمین انبیاء علیہم السلام میں'' نامی کتاب دینی معلومات سے بھرپور ہے اور یہ معلومات بھی معتبر مصادر سے حاصل کی گئی ہیں، تاہم اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ یہ سفرنامہ ہے اور سفرناموں کے اپنے معیارات اور اپنے لوازم (Essentials) ہوتے ہیں، جن کے بغیر وہ ادھورے اور نامکمل شمار ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ تحریر چاہتی ہے کہ اس میں ان ممالک اور ان کے باشندوں کے حوالے سے نیز سیاحوں کی رہنمائی کے لیے مزید معلومات شامل ہوں تاکہ اس سفرنامہ سے طلبہ اور سیاح (Visiters)

● ......بعض کتابوں کے ساتھ سنہ طباعت تحریر ہے، مثلاً نمبرات:

148، 143، 138، 136، 127، 126، 105، 100، 83، 69، 66، 63، 45، 44، 43، 42، 37، 12

بھی استفادہ کر سکیں۔

❺ اس کتاب میں اصحابِ کہف کا تذکرہ دو مقامات (ص252-263اور ص426-428) پر تحریر ہے، جن کا ایمان افروز واقعہ قرآنِ حکیم کی زینت ہے۔ جو انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا زندہ عملی ثبوت ہے۔ اگرچہ سورۃ الکہف کے نزول کے بعد سے اب تک اس واقعہ کے نکات مختلف فیہ (Disputed) رہے ہیں، تاہم اب غالبًا وقت آ گیا ہے کہ مؤرخین، ماہرینِ آثارِ قدیمہ اور محققین سر جوڑ کر بیٹھیں اور قرآنِ حکیم میں بیان کردہ تاریخی اور آثاری امور کا حقیقت پسندانہ حل اور مطالعات پیش کریں، جن میں اصحابِ کہف کے واقعہ کو ترجیح حاصل ہے۔

ان چند سرسری نکات کے علاوہ ''سرزمین انبیاء علیہم السلام میں'' نامی کتاب ایک عمدہ تحریر ہے، نادر معلومات کا خزانہ ہے، اردو ادب میں عمدہ دینی سفرنامہ کا اضافہ ہے۔ یہ کتاب دینی امور بھی واضح کرتی ہے اور نادر سیاحی معلومات بھی فراہم کرتی ہے، نیز دینی حلقوں میں سیاحت کو فروغ دینے کا ذریعہ بھی قرار پاتی ہے۔ یہ کتاب فاضل مصنف کے دیگر سفرناموں میں نہ صرف ایک لائقِ تحسین اضافہ ہے بلکہ ان کے تینوں سفرنامے ● یکجا ہو کر الہامی کتب میں مذکور اکثر انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے بھی مدلل اور مستند معلومات عطا کرتے ہیں۔ اس لیے یہ سفرنامے سامی مذاہب کے تمام پیروکاروں کو دعوتِ مطالعہ دیتے ہیں، نیز بین الادیان مطالعہ کو فروغ دینے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

یہ کتاب نہ صرف اردو زبان کے سفرناموں میں ایک مفید، مدلل، ثقہ اور معلومات افزا اضافہ ہے، بلکہ یہ تحریر دینی سفرنامہ کی جہت متعین کر کے اسے اپنانے اور فروغ دینے کی طرف بھی ایک اہم قدم ہے۔ اس کتاب سے سیاح، جغرافیہ دان، تہذیب و ثقافت کے ماہرین اور دینی موضوعات کے اساتذہ، طلبہ اور قارئین استفادہ کرتے رہیں گے، جس کے لیے فاضل مصنف تحسین اور حوصلہ افزائی کے حق دار ہیں۔ و اللہ اعلم بالصواب

۞۞۞۞۞

● ...... ❶ سفرِ محبت (سفرنامہ عراق) ❷ چند روز مصر میں ❸ سرزمینِ انبیاء علیہم السلام میں

مزاراتِ مقدسہ پر حاضری کے آداب

علامہ مفتی محمد شہزاد حنفی نوری

شرعی طور پر مؤمن مسلمان کی قبر پر جانا جائز بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مطہرہ ہے۔ حدیث مبارک ہے، رسول اللہ ﷺ نے قبرستان جانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے:

فَزُوْرُوْھَا ؛ فَإِنَّھَا تُزَھِّدُ فِي الدُّنْیَا ، وَ تُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ---

''قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں دنیا سے بے رغبتی دلائے گی اور آخرت کی یاد دلائے گی''---[مشکوٰۃ، ج:۱،ص:۱۵۶]

اور دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود تشریف لے گئے اور دعا بھی فرمائی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ مدینہ شریف میں قبروں کے پاس سے گزرے اور اپنے چہرے کے ساتھ قبروں کی طرف متوجہ ہوئے، پس فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا أَھْلَ الْقُبُوْرِ ، یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ ---

''اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تمہاری اور ہماری بخشش فرمائے''---

[مشکوٰۃ، ج:۱،ص:۱۵۶]

ایک اور حدیث مبارک ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میری باری کی رات میں رسول اللہ ﷺ رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع تشریف لے گئے، پس فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ، وَ أَتَاکُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ ، غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ ، وَ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ---

''اے مومن قوم کے گھر! تم پر سلامتی ہو اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے

وہ تمہیں جلدی ملے گا اور بے شک ہم تمہیں ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع والوں کی بخشش فرما''---[مشکوۃ،ص:۱۵۶]

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ ...... وَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ، وَ عُمَرُ، وَ عُثْمَانُ، يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ---

''آپ ﷺ اور ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم ہر سال شہداءِ احد کے مزارات پر تشریف لے جایا کرتے تھے''---[مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، حدیث نمبر ۶۷۱۶]

كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَزُوْرُ قَبْرَ حَمْزَةَ كُلَّ جُمُعَةٍ---[مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، حدیث نمبر ۶۷۱۳]

''شہزادی تاجدارِ کونین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہر جمعۃ المبارک کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے جایا کرتی تھیں''---

احادیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ مومن مسلمان کی قبر پر جانا اور وہاں دعا کرنا، رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مبارکہ اور آپ کا حکم مبارک ہے۔تو جب عام مسلمان مومن کی قبر پر جا سکتے ہیں اور دعا بھی کر سکتے ہیں تو ولی اللہ کی قبر پر جانا تو بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا اور یہ محض جائز ہی نہیں بلکہ فیض کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔جیسا کہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلِ الْعُلَمَاءُ وَ ذُوالحَاجَاتِ يَزُوْرُوْنَ قَبْرَهٗ وَ يَتَوَسَّلُوْنَ عِنْدَهٗ فِي قَضَاءِ حَوَائِجِهِمْ وَ يَرَوْنَ نجح ذٰلِكَ مِنهمْ الْإِمَامُ الشَّافِعِي رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمَّا كَانَ بِبَغْدَادَ فَإِنَّهٗ جَاءَ عَنْهُ انه قَالَ انّي لَأَتَبَرَّكُ بِأَبِي حَنِيفَةَ وَ اَجِيْ اِلٰى قَبرِه فَإِذَا عرضت لِي حَاجَة صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَ جِئْتُ إِلٰى قَبْرِه وَ سَأَلْتُ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَتَقْضٰى سَرِيْعًا---[الخیرات الحسان،ص۷۲،مطبوعہ مصر]

''ہمیشہ سے علماء اور حاجت مند لوگ، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی زیارت کرتے اور حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اور اس حاضری اور وسیلے کو اپنے لیے باعث برکت سمجھتے ہیں، علماء میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جن سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں،

بغداد میں قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی تو میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوکر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تو فوراً میری حاجت پوری ہو جاتی''---

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''مزاراتِ اولیاء کرام پر بلحاظ آداب ومراعات احکام شرعیہ فاتحہ استمداد و استفادہ کے لیے مردوں کا جانا جائز ومندوب ومحبوب ومرغوب ہے---

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں:

ازاولیاءِ مدفونین انتفاع واستفادہ جاری است---

''اہلِ قبور اولیاء سے فائدہ اور استفادہ جاری ہے''، یعنی ہر دور میں لوگوں کا معمول ہے''---[فتاویٰ رضویہ، ج:۲۱،ص:۶۴۳]

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''مزاراتِ اولیاء پر تشریف لے جانا خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخلفاءِ راشدین سے ثابت ہے''---[فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹،ص:۳۳۴]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''اولیاءِ کرام سے توسل اور ان سے طلبِ دعا بلاشبہہ محمود ہے اور علماء و صلحاء میں معمول ومعہود''---[فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹،ص:۵۴۵]

مزارات مقدسہ پر حاضری دینے والے زائرین سے گزارشات

❶ مزاراتِ اولیاء پر سادہ چادریں ڈالی جائیں، قرآنی آیات واسمائے مقدسہ والی پرنٹ چادریں ڈالنے سے قرآن مجید اور اسمائے مقدسہ کا ادب نہیں رہتا بلکہ بعض اوقات توہین ہوتی ہے۔ مثلاً ان چادروں کو پارہ جیسی چیزوں سے پرنٹ کیا جاتا ہے جو کہ ہاتھ لگانے، پکڑنے یا اٹھانے سے نیچے گرتا رہتا ہے جب کہ وہ پارہ اب مقدس آیات کی لکھائی کی وجہ سے مقدس ہو چکا ہے، اس کا نیچے گرنا بے ادبی ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر کسی نے گلی میں دیوار پر قرآن پاک کی آیات کو لکھا تو یہ مکروہ ہے:

کرھوا ذٰلِکَ مَخَافَۃَ السُّقُوْطِ تَحْتَ اَقْدَامِ النَّاسِ---

[فتاویٰ قاضی خان، ج۳،ص ۳۲۸ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی]

''کیونکہ ان آیات کے زمین پر گرنے کا ڈر ہے اور لوگوں کے پاؤں کے نیچے آنے کا اندیشہ ہے''---

اس سے واضح ہو گیا کہ جس چیز سے قرآنی آیات کو لکھ دیا جائے وہ چیز مقدس ہو جاتی ہے، چاہے روشنائی ہو یا پارہ ہو، لہٰذا جب چادروں پہ پارہ کے ذریعے مقدس آیات کو لکھا جائے تو اب اس پارے کا زمین پر گرانا جائز نہیں ہے۔ دوسرے مقام پہ ہے:

لِاَنَّ تَعْظِیْمَ الْقُرْآنِ وَ الْفِقْہِ وَاجِبٌ---

[فتاویٰ قاضی خان، ج ۳، ص ۱۳۳۱، طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی]

''کیونکہ قرآن مجید اور کتبِ فقہ کی تعظیم واجب ہے''---

قرآن مجید کلام الٰہی ہے، اس کا ادب واحترام اور تعظیم لازم ہے، اس کی توہین ناجائز و حرام ہے، لہٰذا توہین سے بچنے کے لیے مزارات پر سادہ چادریں ڈالی جائیں، آیاتِ قرآنی اور اسمائے مقدسہ والی چادریں نہ ڈالی جائیں۔

❷ بغیر وضو کے قرآنِ پاک کی آیات کو چھونا جائز نہیں ہے جب کہ ان چادروں پر چاروں قل کے ساتھ اور آیات لکھی ہوتی ہیں، ان کو بغیر وضو کے پکڑا جاتا ہے، بعض دفعہ گلے میں ڈالا جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے، قرآن پاک میں ہے:

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ○--- [سورۃ الواقعۃ، آیت ۷۹]

''اسے نہ چھوئیں مگر باوضو''---

اس آیت کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث پاک نقل فرمائی ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کی طرف خط لکھا:

لَا یَمَسُّ الْقُرْآنَ مَنْ ھُوَ عَلٰی غَیْرِ طُھْرٍ---

[تفسیر کبیر، ج:۲۹، ص:۴۳۱، طبع دار احیاء التراث العربی]

''کہ جو شخص ناپاک ہو، وہ قرآن پاک کو ہاتھ نہ لگائے''---

اس روایت کو اسی آیت کے تحت امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور میں بھی نقل فرمایا ہے اور اس کے بعد دوسری حدیث پاک نقل فرمائی کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو جو عہد لکھ کر دیا اس میں یہ بھی تھا:

''قرآن پاک کو صرف باوضو شخص ہاتھ لگائے''---

[تفسیر درمنثور، ج:۸، ص ۲۷، دارالفکر بیروت]

اس کے علاوہ فقہاءِ کرام نے اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں کا ادب بھی بیان فرمایا ہے:

و یکرہ لمن لا یکون علی الطھارۃ ان یاخذ فلوسا علیھا اسم اللّٰہ تعالی ---[فتاویٰ قاضی خان، ج۳، ص ۳۲۸، طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی]

''محدث یعنی جس کی طہارت نہ ہو اس کے لیے ایسے پیسوں کو پکڑنا بھی مکروہ ہے جس پہ اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہو''---

ان آثار کی روشنی میں عرض کرتا ہوں کہ اوّل تو مزارات پر آیاتِ بینات و مقدس ناموں والی چادریں ڈالی ہی نہ جائیں اور اگر ڈال دی گئی ہیں تو ان کا ادب و احترام لازم ہے، بغیر وضو کے ان کو نہ چھوا جائے، نہ بوسہ لیا جائے۔

❸ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو مظہرِ عونِ الٰہی جان کر ان سے مدد مانگنا اگرچہ جائز ہے، لیکن ان کا وسیلہ ڈال کر ڈائریکٹ بارگاہِ الٰہی سے مانگنا زیادہ بہتر ہے اور صاحبِ مزار کی خدمت میں عرض کرنا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری حاجتوں کو پورا کرنے کی دعا کریں، یہ بھی درست ہے۔ جیسا کہ محقق العصر و مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اور زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اولیاء کرام سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ ہماری حاجت روائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اس کی اصل نابینا صحابی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے''---[تبیان القرآن، ج:۱، ص:۱۸۷]

صاحبِ مزار انبیاءِ کرام علیہم السلام یا اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم ہوں تو ان کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔ اب وسیلہ کے جواز پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

وسیلہ کی تعریف

علامہ ابنِ اثیر جزری وسیلہ کا لغوی معنی لکھتے ہیں:

ھی فی الاصل ما یتوصل بہ الی الشیء و یتقرب بہ---
[نہایہ، ج:۵، ص:۱۸۵، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران]

''جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس شے کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے''---

امام لغت کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے، اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمالِ صالحہ اور عبادات سے حاصل ہوتا ہے، تاہم انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیتِ دعا کے لیے اس عزت اور وجاہت کو پیش کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا زندگی میں اور وفات کے بعد بھی جائز ہے۔

فرمانِ رسالت مآب ﷺ کی روشنی میں وسیلہ کی ترغیب و اصل

انبیاء علیہم السلام اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے وسیلہ سے دعا کرنے کی اصل یہ حدیث ہے۔
حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا، آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں ٹھیک کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر تم چاہو تو میں اس کام کو مؤخر کردوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور اگر تم چاہو تو (ابھی) دعا کردوں، اس نے کہا، آپ دعا کردیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تم اچھی طرح وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو، اس کے بعد یہ دعا کرو:

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد ﷺ نبیٔ رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ! نبی کریم ﷺ کو میرے لیے شفاعت کرنے والا بنادے''---

[سنن ابنِ ماجہ، ص:۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی]

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جس کو بکثرت محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں صحتِ سند کی صراحت کے ساتھ روایت کیا ہے، اس مطلوب پر قوی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز اور مستحسن ہے اور چونکہ آپ کی ہدایات قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے حجت ہیں، اس لیے آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے اور بالخصوص آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے توسل سے دعا کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص کو اس کی قضاءِ حاجت کے لیے یہ دعا تعلیم کی۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ اس روایت کی تفصیل اپریل اور مئی 2023ء میں ہی ہمارے ماہ نامہ نور الحبیب میں قسط وار شائع ہوچکی ہے، جس کو علامہ ابوذوہیب محمد ظفر سیالوی صاحب نے خوب محنت و عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے تحریر کیا تھا، اس لیے اب دوبارہ اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حافظ ابنِ ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ مالک الدار، (جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوارک تھے) سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آگیا، ایک شخص

(حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا۔
یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے، کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہی ہے۔
نبی کریم ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا، عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان کو کہو، تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے۔
پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا، اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس میں میں عاجز ہوں۔

[المصنف، ج:۱۲،ص؛۳۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی]

دوسری روایت حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ حافظ ابوبکر بیہقی اپنی سند کے ساتھ مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا، ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا۔
یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہی ہے۔
نبی کریم ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام کہو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم سوجھ بوجھ سے کام لو۔ اس شخص نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اے میرے رب! میں صرف اس چیز کو ترک کرتا ہوں، جس سے میں عاجز ہوں"---

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ [البدایة و النهایة، ج ۷، ص۹۲-۲۱، مطبوعہ دارالفکر، بیروت]
حافظ ابوعمرو بن عبدالبر اور حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

[الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص۳۹۰-۳۸۹، مطبوعہ دارالکتاب العربیۃ بیروت]

علم حدیث میں حافظ ابنِ کثیر کی شخصیت موافقین اور مخالفین سب کے نزدیک مسلم ہے اور حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی قبر انور پر جا کر آپ ﷺ سے بارش کی دعا کے لیے درخواست کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اور اپنا خواب بیان کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مقرر رکھا اور اس پر انکار نہیں کیا۔
اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی وصال کے بعد صاحبِ قبر سے درخواست کرنا جائز ہے۔

امام محمد بن جزری کا نظریہ

امام محمد بن جزری رحمۃ اللہ علیہ آدابِ دعا میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے''---

[حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین، ص۳۴، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر]

ملا علی قاری کا نظریہ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ مصنف نے کہا، دعا میں انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا امورِ مستحبہ میں سے ہے، کیونکہ صحیح بخاری کی کتاب الاستسقاء میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پہلے ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو (اے اللہ!) تو بارش نازل فرماتا تھا، اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں، تو ہم پر بارش نازل فرما، پھر ان پر بارش ہو جاتی اور جیسا کہ نابینا صحابی کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے، جس کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

[الحرز الثمین، ص:۲۵۳، مطبوعہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ریاض]

ابن تیمیہ کا نظریہ

ابنِ تیمیہ لکھتا ہے:

''ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق سے سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو اور یہ دعا صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے، جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کر سکتا ہے''---

[فتاویٰ ابنِ تیمیہ، ج:۱، ص:۲۲۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز]

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جس کو امام ترمذی نے

روایت کر کے کہا، یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے۔ امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا، یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت بحال کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا میں رہنے دوں؟ اس نے عرض کیا، یارسول اللہ! مجھ پر نابینائی بہت دشوار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جاؤ! وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیٔ رحمت کے وسیلہ سے میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں [الحدیث]

حصن حصین کے باب صلوۃ الحاجۃ میں اس حدیث کا ذکر آئے گا اور صالحین کے توسل کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جو صحیح (بخاری) میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اے اللہ! ہم تیرے نبی کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں“---

[تحفۃ الذاکرین، ص: ۳۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر]

مزار شریف میں داخل ہونے اور دعا کے طریقے کا خلاصہ

امام اہلِ سنت مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:

”مزار و قبر پر اس کے پاؤں کی جانب سے حاضر ہو اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر صاحبِ مزار کے مواجہہ یعنی چہرہ کی جانب میں کھڑا ہو کر متوسط آواز میں باادب عرض کرے، السلام علیک یا سیدی و رحمۃ اللہ و برکاتہ، پھر درود شریف، سورۃ فاتحہ و دیگر قرآنی آیات وسورتیں پڑھے، اگر وقت فرصت دے تو سورہ یٰسین اور سورۃ ملک بھی پڑھ کر ان کا ثواب صاحبِ مزار کی روح کو پیش کرے اور صاحبِ مزار بزرگ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرے، نیز بہتر ہے کہ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور قبر کا طواف بالاتفاق ناجائز اور سجدہ حرام ہے“---

[فتاویٰ رضویہ، ج: ۹، ص: ۵۲۲، رضا فاؤنڈیشن، لاہور پاکستان]

ہاں! اگر والہانہ محبت وعقیدت کی وجہ سے بوسہ دے لے تو حرج بھی نہیں، البتہ مزارات کو سجدہ کرنا بہرحال منع ہے---

خسروِ ملکِ فقاہت، حضرتِ خواجہ محمد نور اللہ نعیمی (فقیہِ اعظم) رحمۃ اللہ علیہ

کو صنعتِ توشیح میں خراجِ عقیدت

م: مَعدنِ عرفان و حکمت ، مُرشدِ منزل مَدار
مَخزنِ فہم و فراست ، حق فروز و حق نِگار

ح: حمد گوئے حق تعالیٰ ، شاہِ دیں کے وصف کار
حضرتِ صدّیقِ چشتی کے گلابِ نَو بہار

م: مَہبطِ نُورِ تفقّہ ، مَرجعِ فکرِ خِیار
ارمُغانِ بُوحَنیفہ ، سَرخسی کے عَکس بار

م: مشعلِ قصرِ ولایت ، مَنہجِ حق آشکار
سیّدِ لاہور کے ، دیدار شَہ کے شاہ کار

د: دل رُبا و دل نشین و دل پذیر و دل بہار
از طفیلِ غوثِ اعظم ، کرب میں ، تسکین بار

ن: نازگاہِ "نُوریاں" ، کرّوبیاں کے رشک زار
از دُعائے جاں محمّد ، فتح و نُصرت ، رُو بہ کار

و: وادیِ فقر و تصوّف ، گل فشان و مُشک بار
نکہتِ صدرُالاَ فاضِل ، اعلیٰ حضرت کی بہار

ر: رَہ بَرِ جُویانِ منزل ، کہکشانِ ضَومَدار
دم قدم سے ، فیض ونَصر و بُو الضّیا ہیں ، حق شعار

ا: اِفتخارِ اہلِ جَودت ، اہلِ فن کا اعتبار
ہیں ''مُحبّ اللّہ نُوری'' ، نُوریوں کے تاج دار

ل: لذّتِ عشق وجُنوں ہے ، اُن کے دم سے کیف بار
اُن کا ہر نقشِ محبّت آب دار و تاب دار

ل: لمحہ لمحہ زندگانی ، شرع و دِیں کی پاس دار
بارشِ فیض و کرم سے ، خُلد صورت ، ریگ زار

ہ: ہر صدی ، ہر دور کے ، یکتا ، یگانہ شَہ سوار
عرصۂ فِقہِ حَسَن میں ، فوزیاب و کام گار

ن: نکتہ دانِ معرفت ، نامی ، فقیہِ روزگار
حبّذا ! ہیں وصف گو ، ہر عہد کے نامہ نگار

ع: عزم و ہمّت کا ہمالہ ، وَلوَلوں کی آبشار
مرحبا ! کہ فِقہ آرائی ہے ، عالم آشکار

ی: یُوسُفِ مصرِ فقاہت ، بزمِ جاں کے شہریار
نازشِ اوجِ ثریّا ، فِکر و فن کا راہ وار

م: مزرعِ حُسنِ تفقّہ ، گُل بَہ دَاماں ، گُل عِذار
ہے ''فتاویٰ نُوریہ'' ، تاریکیوں میں نُور بار

ی: یکّہ تاز و یلمعی ، یکتائے فن ، یکتا نگار
طَوفِ عظمت میں ہے پیہم ، گردشِ لیل ونہار!

حکیم جمشید کمبوہ

منقبت حضرت فقیہِ اعظم قبلہ مفتی

ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ، اللہ کا ہیں نور فقیہِ اعظم
روشنی آپ کا دستور ، فقیہِ اعظم

آپ نے شانِ فقاہت میں ہے پائی ایسی — جو زمانے میں ہے مشہور فقیہِ اعظم
فضلِ ربی و عطائے نبوی کے صدقے — تم ہو احسان پہ مامور فقیہِ اعظم
کاسے رہتے ہیں بھرے آپ کی فیاضی سے — جھولیاں رہتی ہیں بھرپور فقیہِ اعظم
بوحنیفہ ہوں کہ ہوں گنجِ شکر، آپ کا جام — دونوں کے کیف سے مخمور ، فقیہِ اعظم
آپ کا درس ہے گہوارۂ علم و عرفاں — معرفت آپ کا منشور ، فقیہِ اعظم
آپ کی چشمِ کرم سے علماء بنتے ہیں — آپ ہیں ہستیٔ منظور فقیہِ اعظم
جانشین آپ کے ہیں حضرتِ قبلہ نوری — سر بہ سر مظہر پُر نور فقیہِ اعظم

منقبت آپ کی ہے میری زباں پر جاری
دلِ فیضان ہے مسرور فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر فیض رسول فیضان

منقبت جانشینِ فقیہِ اعظم قبلہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری

زیب سجادہ آستانہ عالیہ بصیر پور شریف (اوکاڑا)

جو ہے چہرۂ حق نما نوری نوری
تو ہے لہجۂ دِل رُبا نوری نوری

فقیہِ معظم کے ہیں آپ وارث — جبھی تو ہے ہر اِک ادا نوری نوری
محبّ اللہ نوری ہے اسم گرامی — ہے جس کا اثر مرحبا نوری نوری
ادیب اور شاعر، خطیب اور عالم — تعارف کا ہر زاویہ نوری نوری
کتب کے لکھاری ہیں، تحریر پیاری — سخن کی ہے تاثیر کیا نوری نوری
محبت کے پیکر، مروّت سراپا — کرم اور عطا اور سخا نوری نوری
برستی ہے انوار کی ایسی بارش — فضا مہکی مہکی، ہوا نوری نوری
امینِ خزائن، قسیمِ معارف — ہے لج پال کی بارگہ نوری نوری

یہ فیضانِ ہے قبلہ نوری کا سارا
کہ فیضان کی ہے نوا نوری نوری

پروفیسر فیض رسول فیضان

آپ کے نور کا ضوفگن ہو سائباں آفتابِ فقاہت

آپ کے نور کا ضوفگن ہو سائباں آفتابِ فقاہت
پُر کرامت سلامت رہے یوں آستاں آفتابِ فقاہت

نوری نوری سماں چار سو ہے، عرس میں سب کی یہ جستجو ہے
نفسی نفسی کے عالم میں سب کو ہو اماں آفتابِ فقاہت

یاد ہے تیری شفقت کریمی ، سید الاتقیا تو نعیمی
پُر اثر لہجہ رس گھولے تیرا اور بیاں آفتابِ فقاہت

تو بصارت بصیرت کا پیکر، تو شریعت طریقت کا خوگر
خلق اِخلاص کی لمحہ لمحہ تو ہے جاں آفتابِ فقاہت

خوش ہوئے ہیں غلامانِ نوری، اِن کی ہو جائے ہر آس پوری
یہ سناتے ہیں اشکوں سے اپنی داستاں آفتابِ فقاہت

تجھ پہ خوش سید المرسلین ہیں، عالمِ دیں تیرے خوشہ چیں ہیں
بہتریں تیری خدماتِ دیں ہیں، نکتہ داں آفتابِ فقاہت

منبعِ آگہی تیری ہستی ، علم و عرفان وہ تیری بستی
تیرے در سے جو فیض اور فیضاں، ہے رواں آفتابِ فقاہت

نسبتِ قادری کے امیں ہو، فکرِ غوث الوریٰ سے حسیں ہو
کہکشانِ ولایت کے جگمگ ضوفشاں آفتابِ فقاہت

میرے مرشد کی ہے ان سے سنگت، پُر تصوف سے ہے خوب رنگت
اللہ اللہ عطاؤں کے ساجد ، آسماں آفتابِ فقاہت

محمد امین ساجد سعیدی
(صدارتی ایوارڈ یافتہ،قومی سیرت کانفرنس)

✿✿✿✿✿

اصلاحِ احوال اور مسائلِ جدیدہ کے حل میں فقیہِ اعظم مفتی محمد نوراللہ نعیمی اور فتاویٰ نوریہ کا کردار

پروفیسر ڈاکٹر حافظ معاذ احمد نوری Ph.D

Abstract

Mufti Muhammad Noorullah Naeemi was a devout and pious man and held a high position of devotion, trust and piety. He was free from greed and worldly love. Truthfulness, rejection of static imitation and hatred for a sectarianism were his salient features. He understood the changes of the times with God-given religious insight and then guided the contemporaries in the right direction on modern issues. He had a keen eye on jurisprudential details. The inference of the rules was of the path of moderation and caution. He would find a way to ease

the problems for the people, but his own action would be based on higher standards of piety. He pointed out the mistakes of the great scholars and corrected them. Fatawa Nooriais a telling proof of his breadth of knowledge and offers religious insights and power of reasoning of the scholar. Some of his fatwas,based on dozens of scholarly resources, meet high research standards. Playing the role of a great mujtahid, he accepted the challenge of the times, and presented the solution of modern problems in the light of the Holy Quran, Sunnah and the sayings of Imams and jurists. He not only took a stand on some of issues mentioned by the forefathers, but also took a stand on the solution of modern issues. In his fatawa, he upheld the highest standard of research. However, when he was asked about any question that he could not adequately answer, he was not reluctant to admit his inability to issue fatwa.

آغازِ سخن

بنی نوعِ انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے، ربِ کائنات نے انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری فرمایا، جو ہمارے نبیِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اختتام پذیر ہوا۔ پھر حکم ہوا:

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَo---[۱]

''ضرور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور برائی سے منع کیا کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں''---

چنانچہ اس فریضۂ خداوندی کی تکمیل کے لیے، دینِ قیّم کی اشاعت وتبلیغ کے لیے، اس عالم گیر پیغام کو کونے کونے تک پہنچانے کے لیے، کفر وضلالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتی انسانیت کو نورِ اسلام کے اجالے میں لانے کے لیے، اہلِ اسلام کے مکدر دلوں سے غفلت کا پردہ ہٹانے کے لیے، عمل کی سستی دور کرنے اور خوابِ غفلت سے جگانے کے لیے، خارجی واجنبی گمراہ کن تاثرات وتحریکات سے دل ودماغ کو محفوظ بنانے کے لیے اور غیر مسلم اقوام تک پیغامِ رشد وہدایت پہنچانے کے لیے، ہر دَور میں اللہ پاک امتِ مصطفیٰ میں ایسے افراد پیدا فرماتا رہا ہے، جن کا ظاہر وباطن، سیرت وکردار اور علم وعمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل نمونہ تھا۔ بلاشبہ حضرت علامہ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، اسلاف کاملین کا عکس تام اور رسولِ اوّلین وآخرین کی سیرت وکردار کا مظہر کامل تھے۔

آپ ولایت ووراثتِ محمدیہ کے جلووں سے مستنیر اسی پاکیزہ گروہ سے اپنے وقت کے فردِ وحید اور درِ یکتا تھے، جو أَحَبُّ الْاَعْمَالِ إِلَی اللّٰہِ أَدْوَمُھَا وَ إِنْ قَلَّ[۲] پر مستقیم وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ[۳] اور أُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ[۴] نیز وَ أَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی[۵] جیسی عظیم ولازوال عظمتوں اور اخلاقِ حمیدہ سے متخلق ومتزین، پھر یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ[٦] فراست کے مالک تھے۔

فقیہ کی تعریف اور اس کا مصداق

اہلِ اصول کی اصطلاح میں فقہ احکامِ شرعیہ وفرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو دلائلِ تفصیلیہ سے مستنبط ہو[۷]، اس علم کے ماہر کو فقیہ کہتے ہیں۔ مگر اہلِ حقیقت کے ہاں فقیہ وہ ہوتا ہے جو علم وعمل کا جامع ہو۔ چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

إِنَّمَا الْفَقِیْہُ: الزَّاھِدُ فِی الدُّنْیَا، الرَّاغِبُ فِی الْاٰخِرَۃِ، الْبَصِیْرُ بِدِیْنِہٖ، الْمُدَاوِمُ عَلٰی عِبَادَۃِ رَبِّہٖ، الْوَرِعُ وَ الْکَافُّ عَنْ أَعْرَاضِ الْمُسْلِمِیْنَ، الْعَفِیْفُ

عَنْ أَمْوَالِهِمْ ، النَّاصِحُ لِجَمَاعَتِهِمْ ---[۸]

''فقیہ دنیا میں زاہد، آخرت میں راغب، دین کا دیدہ ور، مستقل عبادت گزار، متقی، مسلمانوں کی عزتوں کا محافظ، لوگوں کے مال سے بچنے والا اور لوگوں کو نصیحت کرنے والا ہوتا ہے''---

بلا شک وریب حضرت فقیہ اعظم ابوالخیر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قول وفعل اور کردار وعمل میں اس تعریف کے مصداق تھے۔ آپ کو متعدد علماء ومشائخ بالخصوص استاذِ گرامی سید ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فقیہِ زمان، محدثِ دوران، فقیہ العصر، مفتیٔ اعظم، فقیہ اعظم اور فقیہ النفس کے القاب سے ممتاز فرمایا۔ آپ واقعی مذکور تعریف میں بیان شدہ اوصاف کے جامع تھے۔ آپ کی زندگی کے شب وروز کے معمولات اس پر شاہدِ عادل ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں دنیا سے دوری، آخرت میں رغبت اور عبادت کا ذوق نمایاں تھا۔

زہد و عبادت

صوفی علی محمد نوری[۹] لکھتے ہیں کہ تعلیمی زندگی کے آٹھ سالہ دور میں ایک مرتبہ بھی آپ کو بغیر جماعت کے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ دائیں پہلو میں اکثر آپ کو درد ہو جاتا، جس وجہ سے آپ میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہتی۔ تو مجھے فرماتے:

''صوفی صاحب! تو نے عشاء کی نماز میرے ساتھ پڑھنی ہے''---

چنانچہ پچھلی رات تشریف لاتے اور مجھے ساتھ ملا کر جماعت کراتے۔ حالتِ مرض میں آپ کے اتباعِ سنت کے اہتمام کو دیکھتے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت میں اہتمامِ نماز کا نقشہ سامنے آجاتا[۱۰]، جب تک طاقت رہی کھڑے ہوکر ہی نماز ادا فرماتے رہے۔ جب کمزوری غالب آگئی تو خادم یا کسی دیوار کے سہارے نماز میں قیام کرتے۔

نوافل سے محبت آپ کو سنِ شعور سے ہی نصیب ہو چکی تھی۔ تہجد کا التزام، اشراق و چاشت کی چاہت، سفر وحضر میں آمد ورفت پر نفل، نذر کی تکمیل پر نفل، شکرانے کے نفل، فرحت وغم میں رجوع الی اللہ کی صورت میں نفل، منازلِ جسمانی وروحانی کی تکمیل پر نفل، بالخصوص نمازِ تہجد سے تو آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔

جب بھی مسجد میں تشریف لے جاتے اگر نماز کا وقت ہوتا تو سنت ادا کرتے وقت ساتھ ہی تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو کی نیت فرما لیتے، ورنہ تحیۃ المسجد ضرور ادا کرتے، اگر نوافل کا وقت نہ ہوتا تو ہر گز نہ بیٹھتے، کھڑے رہتے۔ کامل وقت داخل ہوتا تو تحیۃ المسجد ادا کر کے بیٹھتے۔

مئی 1962ء میں غیر متوقع طور پر اچانک حاضریٔ حرمین طیبین کا بلاوا آیا تو شدید مصروفیات کی وجہ سے روانگی کے وقت مسجد میں نوافل کی ادائیگی کا یاد نہ رہا، چنانچہ کراچی پہنچ کر خط لکھا:

> ''میں آتی مرتبہ بھول گیا، مسجد میں دوگانہ پڑھنا رہ گیا، میری طرف سے ابوالفضل اور محمد ظہور اللہ (دونوں بیٹے) دو دو رکعت مسجد میں ادا کر کے میرے لیے دعا کر دیں''---[۱۱]

تقویٰ

تقویٰ پر عمل عام آدمی کے لیے دو دھاری تلوار پر چلنے کے مترادف ہے، مگر جس کے لیے اللہ پاک آسان فرما دے۔ اعلیٰ مراتب و منازل کے لیے تقویٰ بھی اعلیٰ درجے کا درکار ہوتا ہے، حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کس قدر محتاط زندگی گزارتے تھے، ذیل میں چند باتیں اس کی وضاحت کے لیے ملاحظہ ہوں۔

1965ء کی بات ہے کہ حضرت نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سفرِ حرمین میں مرزا محمد ایوب کے ہاں ٹھہرے، جو جدہ میں پاکستانی سفارت خانہ میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ رات آرام کے لیے چھت پر بستر لگا دیا۔ آپ کو پیاس لگی، پانی کی صراحی موجود تھی مگر نہ پیا، رات بارہ بجے جب صاحبِ خانہ تشریف لائے تو اجازت لے کر پانی نوش فرمایا۔[۱۲]

1972ء کے حج میں آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد اور مرید مولانا محمد منشاء تابش قصوری[۱۳] شامل تھے۔ آپ نے انہیں ایک دن قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی ڈاک لانے کے لیے بھیجا، جو ان کے پتا پر آتی تھی۔ ڈاک لانے گئے تو مولانا اپنی مسند پر موجود نہ تھے، بغیر اجازت لے آئے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ بغیر اجازت ڈاک لائے ہیں تو آپ نے خطوط پڑھنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

> ''اس شرط پر پڑھتا ہوں کہ تمہیں ان کے ہاں جا کر غلطی کا اعتراف کر کے معافی طلب کرنا ہوگی''---

عصر کے بعد حاضر ہو کر سارا معاملہ عرض کیا اور معافی طلب کی تو قطبِ مدینہ نے فرمایا:

''بھئی! کیا ہوا، اس میں کون سی غلطی ہے، آپ نے اچھا کیا، وقت پر خطوط پہنچائے، مگر دیکھیے کہ تمہارے استاذ حضرت فقیہ اعظم کتنے بڑے متقی ہیں، جہاں معمولی سی مشتبہ بات دیکھی، اپنا ردِ عمل ظاہر فرما دیا............'' ---[۱۴]

حضرت فقیہ اعظم اپنے چند تلامذہ کے ساتھ ٹرین میں لاہور سے بصیر پور کا سفر کر رہے تھے، اسی ٹرین میں حضرت خواجہ میاں علی محمد خاں صاحب[۱۵] بسی شریف والے سوار ہوئے۔ ملاقات ہوئی تو میاں صاحب نے مٹھائی اور فروٹ کی صورت میں کچھ ہدایا پیش کیے، جن میں طلباء کو بھی شامل کیا۔ آپ خود اور دیگر ساتھی بصیر پور اسٹیشن اتر گئے، ایک ساتھی خواجہ غلام حسین سدیدی صاحب[۱۶] نے حویلی وساوے والا جانا تھا، وہ نہ اترے۔ مدرسہ پہنچ کر آپ نے وہ ہدایا اپنے ہم سفر طلباء میں تقسیم فرما دیے، کچھ گھر استعمال کر لیے۔ دوسرے یا تیسرے دن حضرت (فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کا انہیں خط ملا، لکھا تھا:

''خواجہ صاحب! آپ نے شرم وحیا کی حد کر دی اور ہمارا نقصان کر دیا۔ حضرت میاں صاحب نے جو تحائف دیے تھے اس میں آپ بھی شامل تھے، لیکن آپ نے مطالبہ نہ کیا اور ہمیں یاد نہ رہا، ہمیں ذہول وسہو ہو گیا، ہم نے وہ استعمال کر لیے، اس کی شامت یہ پڑی کہ ہماری نمازِ تہجد قضا ہو گئی، لہٰذا فوراً بصیر پور آؤ، آپ کا جو حق بنتا ہے اس کی قیمت ہم سے وصول کر لو'' ---[۱۷]

دارالعلوم کے بصیر پور منتقل ہونے کے ابتدائی ایام میں، رمضان المبارک کی افطاری کے لیے ایک تھانیدار نے چینی بھیجی، شربت بنایا گیا۔ آپ نے پوچھا، چینی کہاں سے آئی ہے؟ (ان دنوں چینی نایاب تھی، ڈپو سے ملتی تھی) بتایا گیا کہ تھانیدار نے بھیجی ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے مباح ہے، مگر میں نہیں پیوں گا، کیونکہ تھانیداروں کی روزی مشکوک ہوتی ہے۔

فرید پور جاگیر میں طلباء کے لیے کسی گھر سے پکا ہوا گوشت آیا، تقسیم کر دیا گیا، بھوک لگی ہے، کھانا ہی چاہتے تھے کہ کسی نے آ کر بتایا کہ یہ گوشت چوری شدہ گائے کا ہے۔ آپ نے فوراً اسے ضائع کرنے کا حکم دے دیا۔[۱۸]

دینی بصیرت

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے کس دینی بصیرت سے نوازا تھا، اس کا اندازہ فتاویٰ نوریہ کے قاری کو دورانِ مطالعہ خود بخود ہوتا چلا جاتا ہے۔

مثلاً: زخمیوں کے لیے خون کے استعمال پر فتویٰ آپ نے صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب[۱۹] کے استفتاء پر لکھا تھا۔ انہوں نے چند مزید مسائلِ جدیدہ پر تحقیق کے بارے لکھا تو آپ نے جوابی مکتوب میں تحریر فرمایا:

"......حضرت کا حسنِ ظن ہے، میں کیا اور میری صلاحیت کیا ہے............ اصل مصیبت اپنوں کا انتشار اور تقلیدِ بے جا ہے۔ اقوالِ مشائخ کو کتاب وسنت کا درجہ دیا جا رہا ہے.........طرفہ یہ کہ ضرورتِ وقت اور تغیر زمانی کا لحاظ نہیں کیا جاتا، حالانکہ مشائخ کرام نے بڑا لحاظ فرمایا ہے............ اندریں حالات ہمارا خدا حافظ ہے۔ آپ خود ہی خیال فرمائیں کہ لاؤڈ سپیکر مفسدِ نماز ہے، چلتی گاڑی میں نماز ناجائز، ریڈیو کا اعلان غیر معتبر، ٹیلیفون ناقابلِ اعتماد، ضرورتِ شدیدہ کے وقت جان بلب غازی کو خون دینا حرام وغیرہ وغیرہ مسائل وفتاویٰ ہیں جو علماءِ عظام صادر فرما رہے ہیں اور کثرت محض تقلید پر ہے............ہم قرآن پاک اور حدیث پاک کے نصوص پیش کریں تو کوئی اعتبار نہیں[۲۰]، بلکہ الٹی دشمنی بن جاتی ہے۔ ورنہ میرا ایمان اور حقیقت ہے کہ ہمارا دین حرج سے پاک ہے اور حلِ مشکلات کے وقت ٹھوس حل مل سکتا ہے............"---[۲۱]

دنیاوی مال سے اعراض و استغناء

استغناء اور دنیوی مال سے بے رغبتی آپ کی ذات میں نمایاں اوصاف تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ استغناء وتوکل آپ کی زینت تھے۔ ہمیشہ جلبِ زر اور طلبِ دنیا سے پہلوتہی کی۔ یہ استغناء کی ایک معمولی سی جھلک ہے۔ آپ نے کبھی لوگوں کی جیبوں پر نظر نہیں رکھی اور نہ ہی ان سے کبھی مال وزَر کا مطالبہ کیا، بلکہ اپنے تلامذہ ومریدین سے بھی اس کا تقاضا کبھی نہ کیا۔ اپنی ذات کو دی جانے والی رقوم وہدایا سے بھی حسبِ ضرورت لیتے

اور باقی رقم دار العلوم پر خرچ کر دیتے۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید حاجی محمد اسحاق صاحب نے پاک پتن میں ایک ہزار روپے (تب یہ خاصی بڑی رقم تھی) حضرت صاحب کو ان کی ذات کے لیے دیے۔ چند دنوں بعد آٹھ سو روپے کی رسید لاہور کے ایڈریس پر حاجی صاحب کو بھیج دی۔ یعنی دو سو روپے اپنی ضرورت کے لیے رکھ لیے باقی آٹھ سو (800) مدرسہ کے فنڈ زمیں جمع کرا دیے۔[۲۲]

آپ نے ساری زندگی فتویٰ نویسی کے فرائض للّٰہیت اور خدمتِ خلق کے لیے انجام دیے۔ اس کام کو آپ نے کبھی بھی جلبِ زر اور طلبِ دنیا کا ذریعہ نہ بنایا۔ تعلیم و تدریس اور جملہ انتظامی امورِ مدرسہ کی شدید مصروفیات کے باوجود خدمتِ دینِ متین کی خاطر یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔

فقہی جزئیات پر نظر

حضرت فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی علمِ فقہ میں فقہی جزئیات پر گہری نظر تھی۔ فتاویٰ نوریہ اس پر شاہدِ عادل ہے۔ یہاں ایک مثال پیش کی جاتی ہے: ایک سفر حج میں عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں نمازِ مغرب وعشاء ادا کرنے کے بعد نہایت ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ آپ نے احرام کی چادر سے اپنے سر کو مضبوطی سے باندھ لیا، حالانکہ حالتِ احرام میں سر ننگا رکھنا ضروری ہے۔ ساتھیوں نے عرض کیا، یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا: فقہائے کرام نے مجبوری کے پیشِ نظر یہ گنجائش بیان کی ہے کہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو سر ڈھانپنے کی صورت میں دم لازم نہیں ہوگا۔ اس صورت میں سر ڈھانپنے کا صدقہ دو کلو گندم کی ادائیگی تھا، مگر آپ نے اپنے تقویٰ کی بنیاد پر بیس سیر گندم صدقہ فرما دی۔[۲۳]

احکام میں اعتدال و خیر خواہی

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ استنباطِ مسائل میں اعتدال و احتیاط کی راہ پر گامزن رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو تنگی میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ جس امر میں مباح کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہو اسے حرام کہہ کر مسلمانوں کو دین سے متنفر نہیں کرنا چاہیے۔ فقہی جزئیہ کے مطابق کاغذ کو ناپاکی میں استعمال کرنا مکروہ کہا گیا ہے، اس لیے ٹشو پیپر کے استعمال کو بعض علماء نے مکروہ قرار دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ٹشو پیپر کا رواج

عام نہیں ہوا تھا۔ جب آپ سے اس کے استعمال کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے لا کر دکھاؤ۔ دیکھنے کے بعد پوچھا کہ کس مقصد کے لیے بنا ہے۔ لکھ کر دیکھا تو اس پر قلم کی سیاہی پھیل گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا استعمال جائز ہے، کیونکہ ایک تو یہ طہارت کے لیے بنایا گیا ہے، دوسرا یہ کہ یہ لکھنے کے استعمال میں نہیں آتا، لہٰذا فقہی کلیے کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اچھی چیز ہے، مجھے بھی لا کر دیں۔ [۲۴]

گھڑی میں دھات کا چین استعمال کرنے پر آپ کا فتویٰ جواز کا ہے [۲۵] مگر اپنے تقویٰ و ورع کی بنا پر ایسا چین خود کم پہنتے، بلکہ زیادہ تر چمڑے یا ریکسین وغیرہ کا چین استعمال کرتے۔ یعنی اپنا عمل احتیاط پر مبنی تھا۔ اسی طرح ایامِ حج میں احرام کی حالت میں اپنے گھر کی مستورات کے لیے خصوصی پردے کا انتظام کیا جاتا۔ جس سے کپڑا چہرے کو نہ مس کرے اور پردہ بھی برقرار رہے، مگر عمومی فتویٰ پردے کے بارے میں یہی کہ عورتوں کے لیے احرام میں پردہ لازم نہیں، کیونکہ اس میں مشقت بڑھ جاتی ہے۔

آپ کے ایک شاگرد و مرید نے مکتوب میں سوال کیا کہ نمازِ فجر کی جماعت کا مستحب وقت کیا ہے؟ تو آپ نے جواب میں لکھا: ”..........واقعی نماز صبح میں اسفار مسنون اور بہتر ہے مگر اوّل وقت پڑھنا بھی جائز ہے..........اس مسئلہ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے“ --- [۲۶]

تسامُحات پر اصلاح

اہلِ سنت کے ممتاز عالم دین حضرت شاہ محمد عارف اللہ قادری (م 1979ء) [۲۷] کی زیرِ ادارت شائع ہونے والے ماہ نامہ ”سالک“ کے شمارہ دسمبر 1961ء میں، نصاریٰ کی مدد سے تعمیر مسجد کے جواز پر، اہلِ سنت کے معروف مفتی سید مسعود علی شاہ قادری (م 1993ء) [۲۸] کا فتویٰ شائع ہوا، حضرت فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزرا تو آپ نے مفتی صاحب کو لکھا:

”اس میں حضرت کا ارشاد ہے: نصاریٰ وغیرہ بھی ہماری مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد سے مسجد تعمیر کرانا جائز و درست ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں“ ---

محض نیازمندانہ حیثیت سے معروض کہ فقیر کی نظرِ قاصر میں یہ فتویٰ نظرِ ثانی کا محتاج ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

''............ یہ بھی واضح کہ مسجدِ قدس (بیت المقدس، جو ان کی خصوصی ملی مسجد بحیثیتِ قبلہ ہے) کے وقف پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ دوسری مساجد پر خرچ کرنا یا وقف کرنا بھی ان کے نزدیک قربت اور نیک کام ہے، قیاس مع الفارق ہے''---[۲۹]

پھر اس کے بعد فقہ کی پانچ کتبِ معتبرہ کے حوالہ و متون نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ نصاریٰ ہر ایک مسجد پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام نہیں سمجھتے تو ان کی اس امداد سے تعمیر مسجد بلا مضائقہ کیوں کر درست ہو گی؟ پھر اس نازک دور میں (جب کہ عیسائیوں کی ریشہ دوانیاں اور تبلیغی سرگرمیاں نقطۂ ارتقاء پر پہنچ چکی ہیں) عوام اہلِ اسلام کو یہ کہنا کہ عیسائی ہماری مسجدوں پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں، عوام کے لیے کسی غلط فہمی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کمپنی والے نصاریٰ[۳۰] اپنے مسلم ملازمین سے کیے گئے معاہدہ کی بنا پر ان کی ضروریات کے لیے روپیہ ان کے ملک کر دیں تو وہ مسلمان اپنے ارادہ و اختیار سے اپنا روپیہ جانتے ہوئے تعمیرِ مسجد پر خرچ کریں، جیسے کہ فقیر مالِ زکوٰۃ کا مالک بننے کے بعد تعمیرِ مسجد میں خرچ کر سکتا ہے............''---[۳۱]

ماہ نامہ ''ماہِ طیبہ'' سیال کوٹ میں طلاق کا ایک مسئلہ شائع ہوا، حضرت نے غلطی کی نشان دہی کرتے ہوئے مدیر ماہِ طیبہ کو تحریر فرمایا:

''............ یہاں دار العلوم میں متعدد حضرات کے نام ''ماہِ طیبہ'' آتا ہے مگر چونکہ عدیم الفرصتی کی بنا پر میں ہمیشہ نہیں دیکھ سکتا۔ ایک عزیز کے دکھانے سے بہت دیر کے بعد مسئلہ کتابتِ طلاقِ مُکرَہ نظر سے گزرا کہ طلاق صحیح ہے اور واقع ہو جائے گی............ اس کے متعلق محض اظہارِ حق اور تعلیماتِ دینیہ کی بنا پر

معروض کہ جواب یوں چاہیے ''طلاق صحیح نہیں، واقع نہیں ہوئی............'' ---

فتاویٰ قاضی خاں، جلد۲، صفحہ۲۱۹، خلاصۃ الفتاویٰ، جلد۲، صفحہ۹۱، بحر الرائق عن الخانیۃ، جلد۲، صفحہ۲۴۶، وایضاً عن البزازیۃ، شرح الاشباہ للحموی عن مجمع الفتاویٰ، صفحہ۵۶۷، فتاویٰ عالم گیری، جلد۲، صفحہ۶۳-۶۴، شامی، جلد۲، صفحہ۵۷۹ میں ہے:

و النظم له فلو اکره علی ان یکتب طلاق امراة فکتب لا تطلق...... ---

نیز شامی رحمۃ اللہ علیہ نے عبارت در المختار کو بحر سے ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق نقل کر کے مقید فرما دیا............ بہر حال شمس وامس کی طرح واضح ہوا کہ حالتِ اکراہِ شرعی میں کتابتِ طلاق کا اعتبار نہیں اور یہی بہارِ شریعت، جلد۸، صفحہ۱۰ میں ہے، لٰہذا تصحیح فرما دیں............ نیز اگر بالفرض طلاق صحیح ہوتی تو لفظ استقبال تب بھی صحیح نہ ہوتا بلکہ ''واقع ہوگئی'' ہوتا--- [۳۲]

اسی طرح آپ کے فتاویٰ میں مختلف مقامات پر تسامحات پر گرفت کے علاوہ فقہی مسائل پر محاکمات بھی ہیں۔ مثلاً جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے فرائض با جماعت ادا نہ کرسکا، کبیری اور بہارِ شریعت کے حوالے سے استفتاءات میں وتر باجماعت میں عدمِ شرکت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ایسے شخص کے بارے وتروں کی جماعت میں شامل ہونے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے قرآن وسنت اور متونِ فقہ سے دلائل رقم فرمائے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

''بلا شک و ریب شامل ہوسکتا ہے کہ ایسی جماعتِ وتر بالاتفاق جائز و مشروع ہے اور جماعتِ جائز ومشروع کے ساتھ نماز ادا کرنا بحکمِ قرآنِ کریم جائز ہے کہ اس جماعت کے نمازی راکعین ہیں۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ--- [۳۳]

یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔

اور حدیثِ صحیح میں ہے:

اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ--- [۳۴]

اور یہ بھی ہے:

وَ مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا ، وَ مَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا---[۳۵]

لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَلصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا یَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنْ مَعَهُمْ---[۳۶]

اسی بنا پر معتبراتِ مذہبِ مہذب حنفیہ متون وشروح وفتاویٰ وحواشی بالاتفاق ماہِ رمضان المبارک میں علی الاطلاق وتر باجماعت ادا کرنے کے جواز واستحباب سے گونج رہے ہیں، حالانکہ اگر صرف متون میں ہی ہوتا اور شروح وفتاویٰ میں اس کے خلاف ہوتا تب بھی جائز رہتا کہ محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ مسئلۂ متون، مسئلۂ شروح وفتاویٰ سے مقدم ہوتا ہے............ چہ جائے کہ سب جواز پر متفق ہیں اور مقابلہ میں صرف قہستانی ہے، جس کے متعلق علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَ الْقُهُسْتَانِی كَجَارِفِ سَیْلٍ ، وَ حَاطِبِ لَیْلٍ---[۳۷]

العقود الدریۃ، صفحہ ۳۵۶، جلد ۲/اور رد المحتار کے رسم المفتی، صفحہ ۶۵، ج ا میں شرح قہستانی کو غیر مستند قرار دیا اور تصریح فرمائی کہ اس سے فتویٰ دینا جائز ہی نہیں، جب تک کہ منقول عنہ کا علم نہ ہو............"---[۳۸]

مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی صاحب، خطیب نیومیمن مسجد (کراچی) نے آپ کو خط لکھا کہ سنا ہے آپ نے بہارِ شریعت کے بعض مقامات پر اعتراضات کیے ہیں تو وہ کیا ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ تحدی کی حد تک مندرجات ہوں۔ آپ نے ان کی تحدی والی تعلّی پر ناصحانہ انداز سے فہمائش کی اور اپنے بارے لکھا:

"باقی بہارِ شریعت پر اعتراضات تو میری کیا جرأت کہ حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ مقبول تالیف مبارک جو تقریظ مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ سے آراستہ ہو۔ حضرت! میں ایک کم علم طالب علم ہوں، ایسی کوئی بات نہیں البتہ بعض مسائل کے متعلق اتفاقیہ کوئی بات ہوئی ہو تو ہوسکتا ہے"---

بعد ازاں انتہائی ادب کے انداز میں آپ نے تین مسائل پر اپنے تعقبات مدلل انداز میں

تحریر فرمائے۔[۳۹]

اوصافِ مفتی و فقیہ

ایک فقیہ و مفتی میں جن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے وہ تمام تر آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ [۴۰] نے فتاویٰ نوریہ کی تقریبِ تعارف منعقدہ 4/جون 1980ء، بمقام نیشنل سنٹر لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''مفتی کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ❶ علمی وسعت ❷ ایمانی فراست ❸ دیانت ❹ تزکیۂ نفس یعنی طہارتِ ظاہر و باطن۔ یہ چار چیزیں اگر مفتی میں ہیں وہ صحیح معنی میں رہنمائی کر سکتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں یہ چاروں بتمام و کمال پائی جاتی ہیں'' ---[۴۱]

علمی وسعت

فتاویٰ نوریہ کی پانچ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحرِ علمی، وُسعتِ مطالعہ، قوتِ استدلال اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کے بعض فتاویٰ اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں، جن میں بیسیوں مآخذ کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ مثلاً:

عیدین کی نماز کا آخری وقت واقعی نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت میں ابتداءً چار آیات کا حوالہ دیا گیا ہے[۴۲] پھر اس کے بعد چھ احادیث سے اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے[۴۳] پھر معتبر کتبِ فقہ سے ایک سو اٹھائیس (128) سے زائد حوالے دیے گئے ہیں[۴۴] طلاق سے متعلق ایک فتویٰ جو پندرہ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں ایک سو اٹھارہ سے زائد کتب کے حوالہ جات دیے گئے ہیں[۴۵] قربانی کے جانور کے سینگ سے متعلق ایک فتویٰ، جو دس صفحات پر مشتمل ہے، اس میں بیاسی (۸۲) حوالہ جات دیے گئے ہیں[۴۶] دنبے کی قربانی سے متعلق دو صفحات پر مشتمل فتویٰ میں چھبیس (۲۶) سے زائد حوالہ جات دیے گئے ہیں۔[۴۷]

فِراست اِیمانی

حضرت مفتی محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے فقہی بصیرت کے ساتھ فراستِ ایمانی کی قوتِ ارزانی سے بھی نوازا تھا۔ آپ ایک کامیاب معلم اور عظیم مفتی و مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر نباض بھی تھے۔ انفرادی و اجتماعی خرابیوں پر آپ کی کڑی نظر ہوتی۔

ایک مرتبہ اکثر طلباء نے ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے روزے رکھنا شروع کر دیے، سحری و افطاری کا خود انتظام کرنے لگے۔ نتیجۃً طلباء کا وقت ضائع ہونے لگا۔ پکا ہوا کھانا ضائع ہو جاتا۔ سحری کی بیداری حصولِ علم میں رکاوٹ بننے لگی۔ نیز افطاری کرتے ہوئے مغرب کی جماعت ضائع ہو جاتی۔ بعض طلباء کی طرف سے سحری و افطاری کا مطالبہ ہونے لگا جو انتظامی دشواریوں کی وجہ سے ممکن نہ تھا، اس پس منظر میں فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بعد نمازِ عشاء مسجد میں تمام طلباء کو خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں فوائد روزہ کے اعتراف کے ساتھ نفسِ امارہ کی خرابیوں سے مطلع فرماتے ہوئے کہا: جو روزہ نفس کی بہیمیت کو ختم کرنے کی بجائے مزید کھانوں کا مطالبہ کرے وہ دراصل نفس کی شرارت ہے۔ شیطان نیکوں کے پاس نیک، صوفیوں کے پاس صوفی، علماء کے پاس عالم اور عبادت گزاروں کے پاس عابد بن کر آتا ہے اور دھوکہ دیتا ہے، چھوٹی نیکی کو مزین کر کے بڑی نیکی سے ہٹاتا ہے۔ نیز فرمایا کہ لوگ تمہارے تعلیمی اخراجات کے لیے عطیات دیتے ہیں، تم تحصیل علم کی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر نفلی روزوں میں مبتلا ہو کر اپنے مقصد کو فراموش کر رہے ہو۔[۴۸]

آپ نے ایک حقیقی مفتی و مجتہد کا کردار ادا کرتے ہوئے زمانے کے چیلنج کو بھی قبول کیا اور اپنی ایمانی فراست سے عصری مسائل کا حل قرآن و سنت اور اقوالِ ائمہ و فقہاء کی روشنی میں پیش کیا۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال[۴۹]، انگریزی اور ہومیوپیتھی ادویات کا استعمال[۵۰]، جاں بلب مریضوں کے لیے عطیۂ خون[۵۱]، کتابتِ نسواں[۵۲]، ریل گاڑی[۵۳] اور ہوائی جہاز[۵۴] میں نماز، رؤیتِ ہلال اور ٹی وی، ریڈیو پر اعلانِ چاند[۵۵]، روزہ کی حالت میں انجکشن[۵۶]، بلغاریہ اور ڈنمارک وغیرہ میں جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں غروبِ آفتاب کے بعد جلد ہی صبح طلوع ہو جاتی ہے اور بعض وہ علاقے (قطب شمالی

اور قطب جنوبی) جہاں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہوتی ہے، ایسے علاقوں میں نماز، روزے اور دیگر تقریبات کا تعین [۵۷]، حج کے لیے تصویر کا جواز [۵۸]، گھڑی کا چین [۵۹]، ایامِ تعطیلات میں تنخواہ لینے کا حکم [۶۰]، یہودی سلطنت کی نفی اور اس کا رد [۶۱] وغیرہ جیسے مسائل کا حل آپ کی فراستِ ایمانی اور مجتہدانہ بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ذیل میں ایک استفتاء پیش کیا جاتا ہے جو آپ کی فقیہانہ بصیرت وفراست کو واضح کر رہا ہے۔

آپ سے سوال کیا گیا:

ایسی دو توام (جڑواں) لڑکیاں جو پیدائشی طور پر ان کے کندھے، پہلو کولہے کی ہڈی تک باہم جڑی ہوں جو جدا نہ کی جاسکتی ہوں، کیا ایک مرد کے نکاح میں آسکتی ہیں؟ اگر جواب ''ہاں'' ہے تو کیا دلیل ہے؟ اگر دو مردوں کے نکاح میں دے دی جائیں تو متعدد دشواریاں ہیں:

کیا ضمانت کہ مرد اپنی منکوحہ سے ہی صنفی تعلقات محدود کر سکے گا؟

ازدواجی تعلقات کے وقت دوسری ضرور متاثر ہوگی۔

افزائشِ نسل کے مقصد پر ضرب لگے گی۔

حیا مجروح ہوگی۔

رقیبانہ جذبات پیدا ہوں گے۔

مذکورہ سوالات کے جوابات میں حضرت نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''ایسے نادر الصورۃ بچوں کا پیدا ہونا ہی نہایت نادر ہے۔ پھر عرصہ تک بہ ہیئتِ کذائیہ زندہ رہنا غالباً تخیلاتِ شاعرانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ایسے سوالات اسکاتِ علماء کے لیے وضع کیے جاتے ہیں، مگر بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ شریعتِ غراء کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں۔ شرعاً ایسی صورت میں نکاح حرام ہے، خواہ ایک مرد سے دونوں کا یا ایک معینہ یا غیر معینہ کا یا دو مردوں سے بالتعیین یا بالابہام ہو، کہ ہر شق پر کئی حیاء سوز حرکات کا لزوم ہوگا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ--- [۶۲]

نیز ارشاد ہوا:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ---[۶۳]

رہے وہ فتنے جو جوانی سے لاحق ہوا کرتے ہیں تو ان کا علاج وہی ہے جو قرآنِ کریم نے تجویز فرمایا اور حدیث شریف نے تشریح فرمائی۔ سورۂ نور کا نورانی ارشاد ہے:

وَ لْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ---[۶۴]

اور حدیث متفق علیہ میں ہے:

وَ مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ ؛ فَإِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ---[۶۵]

تو ان لڑکیوں پر لازم کہ پرہیز اختیار کریں اور بوقتِ ضرورت روزے رکھا کریں"---[۶۶]

تزکیۂ نفس

حضرت نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں اتباعِ نبوی کا رنگ غالب تھا۔ طبیعت میں سادگی، ظاہر و باطن میں پاکیزگی، حرص و لالچ اور طمع سے نہ صرف دوری بلکہ بیزاری اور مالک کی فرماں برداری جیسے خصائل وفضائل آپ کی ذات میں نمایاں تھے۔

امانت و دیانت

حضرت فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ و وَرع کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ جس کی وجہ سے آپ کا ہر ہر فعل سنتِ نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسنِ امانت سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت کی جھلک نظر آتی تھی۔ اس کی ایک مثال دارالعلوم کے فنڈز سے متعلق آپ کا محتاط رویہ تھا۔ کُرتے کے نیچے آپ کی اندرونی صدری کی دو جیبیں تھیں۔ دائیں طرف کی جیب میں دارالعلوم کی رقم رکھتے اور بائیں طرف والی ذاتی رقم کے لیے خاص تھی۔

مدرسہ کے فنڈز کے بارے اس قدر محتاط تھے کہ ضرورت یا مجبوری کے بغیر اصل نوٹوں میں بھی تبدیلی نہ کرتے۔ ایک مرتبہ مدینہ شریف میں کچھ لوگوں نے مدرسہ کے لیے ریال دیے،

حاجی محمد اسحاق نوری صاحب نے پانچ سو ریال کے نوٹ کا چینج لینا چاہا تو آپ نے فرمایا: یہ دار العلوم کی رقم ہے، اس سے نہیں دیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ریال کی صورت میں تو یہ پاکستان لے جانا ممکن نہیں۔ آپ نے فرمایا: جب ایئرپورٹ پر چینج کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوا تو آپ بھی لے سکیں گے۔ یعنی مدرسہ کے فنڈز میں کسی طرح کی دخل اندازی گوارا نہ تھی، بلکہ ذاتی رقم بھی دار العلوم پر قربان کر دیتے۔ [٦٧]

تقلیدِ جامد سے انحراف

ایک مفتی و مجتہد تقلیدِ جامد کا شکار نہیں ہوتا، بلکہ زمان و مکان کے بدلتے تقاضوں کے مطابق معاشرے کی صحیح سمت راہنمائی کرتا ہے۔ حضرت نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کارنامہ ہے کہ آپ نے اس وقت فقہی ارتقاء کی نئی سمتیں متعین کیں اور استنباط و اجتہاد کے جدید امکانات کی نشان دہی کی جب عام طور پر علمائے کرام تقلیدِ جامد یا شدتِ احتیاط کی وجہ سے مسائلِ جدیدہ پر رائے زنی سے احتراز و اجتناب کا رویہ اختیار کیے ہوئے تھے۔ آپ کا یہ اقدام لائقِ صد تحسین ہے۔ رسالہ "مکبّر الصّوت" پر اپنا نقطۂ نظر سراج الفقہاء مولانا سراج احمد خاں پوری (م 1972ء)[٦٨] نے ایک خط میں اس طرح تحریر فرمایا:

"............ علینا اتباع ما صححوہ و رجحوہ کما لو افتونا فی حیاتھم کی بنا پر بندہ ہر مسئلہ میں تقلیدِ امام اعظم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ واجب جانتا ہے کہ وہ کبیر فی العلم تھے............" ---

جواب میں حضرت فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا:

"............ جواباً معروض کہ فقیر بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ کسی مسئلہ میں اپنی رائے کو اتباع پر مقدم نہیں رکھتا اور مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان کو مانتا اور تصانیفِ عالیہ سے بہت زیادہ استفادہ کرتا ہے اور حضرت کے رسالہ مبارکہ "اجلی الاعلام بان الفتویٰ علی قول الامام" کی تحقیق کے مطابق تصحیح و ترجیح مشائخ کو مانتا ہوں .... میں تو چیز ہی کیا............ بڑے بڑے مشائخ و علماء کرام بھی مدعیانِ اجتہاد نہیں .... اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے

افتائے عرفی سے کسی اہلِ علم کو منع نہیں فرمایا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ جو فتویٰ میری طرف منسوب ہو وہی حق اور واجب الاتباع ہے، بلکہ یہ بھی نہیں فرمایا کہ فرعیات میں میرے فتویٰ کے خلاف کوئی کچھ بول نہیں سکتا، خواہ کتنے بڑے بڑے اشکالاتِ ظاہرہ پیش آئیں، لب ہی نہیں ہلا سکتا اور نہ ہی اہل السنۃ والجماعۃ سے اس کے متعلق اطمینانِ قلب کے لیے کچھ عرض کرسکتا ہے............''---[۶۹]

مذکورہ اقتباسات سے واضح ہے کہ ابوالخیر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ محققانہ مزاج کے حامل تھے۔ ایک اجتہادی اہلیت رکھنے والے پر یہی لازم ہے کہ وہ اپنے استنباط شدہ مسئلہ پر خود عمل کرے کوئی دوسرا کرے یا نہ کرے۔ آپ کو اللہ پاک نے جو اجتہادی بصیرت وملکہ عطا فرمایا تھا، دلائل کی بنیاد پر آپ نے نہ صرف اسلاف کے بیان شدہ بعض مسائل سے اپنا الگ موقف اختیار کیا بلکہ مسائلِ عصریہ جدیدہ کے حل میں عقدہ کشائی بھی فرمائی، فتاویٰ نوریہ جس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ایک مقام پر علماء کو دعوتِ فکروعمل دیتے ہوئے درد بھرے انداز میں لکھتے ہیں:

''کیا تازہ حوادث ونوازل کے متعلق احکام شرعی نہیں کہ ہم بالکل ''صُمٌّ بُکْمٌ'' بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔ اس میں روز مرہ ضروریاتِ زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل ہی نہیں؟ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم ....مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود طے کر نہیں سکتی اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o---[۷۰]

فرقہ واریت سے بیزاری

اہلِ اسلام کے اضطراب، باہمی آویزش، معاندانہ رویہ اور فرقہ واریت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ سخت بیزار تھے۔ مسلمانوں کی اس حالت پر آپ کو سخت قلق تھا۔ چنانچہ اپنے ایک ہونہار شاگرد، مرید، خلیفہ اور مبلغِ اسلام حاجی غلام حسین نوری کو اپنے مکتوب محررہ دو مئی 1961ء میں رقم طراز ہیں:

''اس وقت دنیا عجیب دور سے گزر رہی ہے، خصوصاً علماء کی عجیب حالت ہے، علماء کا آپس میں لڑنا بھڑنا اور ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل و تفسیق .... وعظ ہے تو وہ بھی اٹیک اور اعتراض کے رنگ میں یا پھر بعض فرقوں کا خیال کرتے ہوئے کر رہے ہیں اور ضروری مسائل، ارکانِ اسلام کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا............ یہ عجیب بات ہے............'' --- [۷۱]

بلا تحقیق جواب سے احتیاط

مفتی و فقیہ کے اوصاف میں یہ بھی ہے کہ وہ تحقیق کے بغیر جواب نہیں دیتا اور نہ ہی عذر خواہی کو اپنی قصرِ شان سمجھتا ہے۔ یہ عجز و انکسار کا پہلو حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عالی میں موجود تھا۔ آپ اپنے فتاویٰ میں تحقیق کا حق ادا کرتے۔ اگر کسی مسئلہ میں تحقیقی پہلو تشنہ ہوتا تو جواب سے پہلوتہی کرتے۔ چنانچہ ایک استفتاء میں مدرسہ اِحیاء العلوم بوریوالا کے مہتمم مولانا عبدالعزیز صاحب نے تین سوالات کے جواب طلب کیے:

❶ قربانی کا جانور بکری، بھیڑ اور دنبہ چکی والا تینوں کے لیے............ ایک سال کا ہونا ضروری ہے یا کہ کسی ایک کا سال سے کم ہونا بھی کافی ہے؟

❷ ریڈیو کا اعلان، جب کہ حکومتِ اسلامیہ کی طرف سے کرایا جائے تو کیا رؤیتِ ہلال میں یہ اعلان معتبر ہوگا یا نہیں؟

❸ امام اگر لاؤڈ سپیکر سامنے رکھ کر نماز پڑھائے .... تو کیا مقتدیوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟

حضرت نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے دو سوالات کے جوابات تحریر فرمائے اور تیسرے سوال کے جواب میں تحریر کیا: وَاللّٰہ تعالٰی اعلم .... [۷۲] بعد ازاں تیسرے سوال پر جب تحقیق مکمل ہوئی تو آپ نے ایک رسالہ ''مکبّر الصوت'' جواب میں تحریر فرما دیا۔

نتائج

① اللہ پاک نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل بھیجے، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد فریضۂ تبلیغِ دین کا کام امتِ مصطفیٰ کے علماء و صلحاء کو تفویض

کر دیا گیا۔اس قافلہ کے کامل افراد میں سے ایک فردِ کامل فقیہ العصر حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی قادری قدس سرہ بھی ہیں، جنھوں نے اپنی فقہی بصیرت سے ایک زمانے کو مستنیر و مستفیض کیا۔

② علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فقیہ کے جو اوصاف بیان کیے ہیں، حضرت مفتی محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ان کے کامل مصداق تھے۔

③ دنیا سے بے رغبتی اور ذوقِ عبادت سن شعور سے ہی، اللہ پاک نے آپ کو ودیعت فرما دیے تھے۔

④ حضرت نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ کے مراتب علیا پر فائز تھے۔آپ کا ہر قول و عمل سنتِ رسول کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔

⑤ حضرت نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے خداداد دینی بصیرت سے زمانے کے تغیرات کو سمجھا اور پھر مسائلِ جدیدہ میں صحیح سمت اہلِ زمانہ کی راہنمائی کی۔

⑥ آپ نے دنیاوی اغراض و مقاصد اور لالچ سے دور رہتے ہوئے دینی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔استغناء و توکل کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی کسی سے مال و زر کا مطالبہ نہیں کیا۔

⑦ آپ نے ساری زندگی فتویٰ نویسی کے فرائض للّٰہیت اور خدمتِ خلق کے لیے انجام دیے۔ اس کام کو کبھی بھی آپ نے جلبِ زر اور طلبِ دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا۔

⑧ فقہی جزئیات پر آپ کی گہری نظر تھی۔استنباطِ احکام میں اعتدال و احتیاط کی راہ پر گامزن تھے۔عوام کے لیے مسائل میں آسانی کی راہ تلاش کرتے مگر اپنا عمل تقویٰ و عزیمت پر مبنی ہوتا۔

⑨ ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک مصلح کے طور پر اکابر علماء کے تسامحات کی نشان دہی فرماتے اور اصلاح کرتے۔

⑩ فتاویٰ نوریہ مفتی محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وسعت، قوتِ استدلال اور فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔بعض فتاویٰ تو اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں، جن میں بیسیوں مآخذ کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

⑪ حضرت نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فراستِ ایمانی سے اپنے تلامذہ و مریدین اور متعلقین کے احوال پر مطلع ہو کر ان کے احوال کی اصلاح فرماتے۔

⑫ آپ نے ایک عظیم مجتہد کا کردار ادا کرتے ہوئے زمانے کے چیلنج کو قبول کیا اور اپنی ایمانی فراست سے عصری مسائل کا حل قرآن و سنت اور اقوالِ ائمہ و فقہاء کی روشنی میں پیش کیا۔

⑬ آپ حرص و لالچ اور حبِ دنیا سے پاک اور تقویٰ و ورع کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ جس کی وجہ سے آپ کا ہر ہر فعل سنتِ نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آتا تھا۔

⑭ حق گوئی اور تقلیدِ جامد سے انحراف آپ کی شخصیت کے نمایاں اوصاف تھے، اس لیے آپ نے نہ صرف اسلاف کے بیان شدہ بعض مسائل سے اپنا الگ موقف اختیار کیا بلکہ مسائلِ عصریہ جدیدہ کے حل میں عقدہ کشائی بھی فرمائی۔

⑮ فرقہ واریت سے آپ کی طبیعت نفور تھی۔

⑯ اپنے فتاویٰ میں آپ تحقیق کا حق ادا کرتے، اگر کسی مسئلہ میں تحقیقی پہلو تشنہ ہوتا تو جواب سے پہلو تہی کرتے۔

حوالہ و حواشی

۱...... آل عمرٰن، 104:3

۲...... اللہ پاک کے ہاں زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر دوام ہو اگرچہ وہ مقدار میں کم ہی ہو۔ [بخاری، محمد بن اسماعیل (م، 256ھ)، صحیح بخاری، حدیث نمبر 6464، دار طوق النجاۃ، الطبعة الأولى 1422ھ]

۳...... ملامت کرنے والے کی ملامت سے وہ خوف زدہ نہیں ہوتے۔ [المائدة، 54:5]

۴...... ان کے دلوں میں اللہ پاک نے ایمان نقش فرما دیا ہے۔ [المجادلة، 22:58]

۵...... انہیں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے کلمہ پر استقامت عطا فرما دی۔ [الفتح، 26:48]

۶...... (مومن کی فراست سے بچو) وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ [معمر بن راشد (م 153ھ)، جامع معمر بن راشد، 451/10، حدیث نمبر 19674، المجلس العلمی باکستان، طبع ثانیہ 1403ھ/ ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ (م 279ھ)،

سنن الترمذی، 298/5، حدیث نمبر 3127، باب و من سورۃ الحجر، مصطفٰی البابی الحلبی، مصر، 1975ء]

۷...... الفقیہ علی معرفۃ استنباط الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ من ادلّتھا التفصیلیۃ [الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ (م 790ھ) الموافقات، دار ابن عفان، 1997ء]

۸...... ابن عابدین شامی، سید محمد امین (م 1252ھ) رد المحتار، 38/1، دار الفکر، بیروت، 1412ھ

۹...... صوفی محمد علی نوری، حضرت فقیہ اعظم کے مرید اور تلمیذ رشید، آٹھ سال دار العلوم میں زیر تعلیم رہے۔ پانچ سال تک انہیں حضرت کا مسواک بردار اور کپڑے دھونے کی سعادت میسر رہی۔ [صوفی محمد علی نوری (انوارِ تقویٰ) ماہ نامہ نور الحبیب (فقیہ اعظم نمبر) ص 167، جلد 4، شمارہ 1، 2، جنوری، فروری 1992ء، انجمن حزب الرحمٰن، شعبہ تبلیغ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور]

۱۰...... مرجع سابق، 167

۱۱...... نوری، محمد محبّ اللہ نوری، انوارِ مکتوباتِ فقیہِ اعظم، 12، فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور، 2107ء/ صدر المدرسین ابو الضیاء محمد باقر ضیاء النوری، انوارِ حیات، 33

۱۲...... مرزا محمد ایوب، (عنوان: صاحبِ تقویٰ)، ماہ نامہ نور الحبیب، (فقیہ اعظم نمبر) 71

۱۳...... مولانا محمد منشاء تابش قصوری بن میاں اللہ دین سیالوی، 1944ء کو موضع ہری ہر ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ 1377ھ میں دار العلوم بصیر پور داخلہ لیا، 1385ھ میں درسِ نظامی کی تکمیل پر سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ شاعر و ادیب اور بہت سی کتب کے مصنف، مرتب اور مترجم ہیں۔ [مرجع سابق، 164]

۱۴...... مرجع سابق، 25

۱۵...... حضرت علامہ مولانا میاں علی محمد المعروف بسی شریف والے، سلسلہ چشتیہ کے عظیم بزرگ، پاک پتن زندگی بسر کی، وسیع حلقہ ارادت رکھتے تھے۔ علم دوست تھے اور پابند شرع تھے۔ آپ کا مزار حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ میں ہے۔ [مقالہ نگار]

۱۶...... حضرت مولانا خواجہ غلام حسین سدیدی بن خواجہ حافظ عبد الخالق بن حافظ خواجہ فیض بخش،

آپ کے جدِامجد خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ 1938ء میں مڈل پاس کیا، پھر درسِ نظامی کی تکمیل کے لیے فرید پور جاگیر میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی۔ 1946ء میں سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد ''مدرسہ سلیمانیہ فیضیہ'' کی بنیاد اپنے آبائی گاؤں کری والا جاگیر میں رکھی۔ مختلف مدارس میں تدریسی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ شریعت وطریقت، تقویٰ وطہارت اور فقر ودرویشی میں یادگارِ اسلاف تھے۔ عالمِ باعمل، شب زندہ دار، خلوص ومروّت اور مہر ومحبت کا پیکر تھے۔ انیس ربیع الاوّل 1416ھ/سترہ اگست 1995ء، جمعرات کی شام راہیٔ ملک بقا ہوئے۔

[نوری، حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، 262، 263]

۱۷......سدیدی، خواجہ غلام حسین، [کمال تقویٰ اور فقیہ اعظم، ماہ نامہ نور الحبیب (فقیہ اعظم نمبر) 152]

۱۸......سدیدی، مرجع سابق 158

۱۹......صاحب زادہ سید فیض الحسن شاہ، ممتاز روحانی، علمی، ادبی اور سیاسی شخصیت تھے۔ 1911ء کو آلومہار ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والدِ مکرم سید محمد حسین شاہ سے بیعت ہوئے اور روحانی تربیت پائی۔ ان کے وصال کے بعد 1933ء میں آستانہ عالیہ امینیہ کے سجادہ نشین بنے۔ فصیح وبلیغ خطیب تھے۔ ایامِ شباب میں مجلسِ احرار کے پلیٹ فارم سے تحریکِ آزادیٔ ہند میں بھرپور حصہ لیا اور قیامِ پاکستان کے بعد مجلسِ احرار سے علیحدہ ہو کر جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہوئے۔ 1961ء میں جمعیت کے صدر بنے۔ تیئیس فروری 1984ء کو آپ کا وصال ہوا۔

[نوری، انوارِ مکتوباتِ فقیہِ اعظم، 144، 145]

۲۰......چلتی گاڑی میں نماز کے جواز پر پانچ آیاتِ قرآنیہ سے استدلال واستشہاد کیا گیا ہے۔ [دیکھیے: فتاویٰ نوریہ، 1/208-212] نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے جواز پر بتکرار باون (52) آیات اور سینتیس (37) احادیث مبارکہ سے استدلال واستشہاد کیا گیا ہے۔ [دیکھیے: فتاویٰ نوریہ، 1/363-455] ریڈیو پر اعلانِ چاند کے معتبر ہونے پر دو آیات سے استدلال کیا گیا ہے اور ضرورت مند بالخصوص مجاہدین کے لیے عطیہ خون دینے کے

جواز پر پانچ آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔[دیکھیے : فتاویٰ نوریہ،2/562-568]

۲۱......نوری، انوارِ مکتوباتِ فقیہِ اعظم، 134

۲۲......خلیل احمد نوری، پروفیسر، مشاہدات وتاثرات، 56، فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور 2013ء

۲۳......مدنی، حافظ رحمت علی، عنوان: (مزدلفہ میں صدقہ) ماہ نامہ نورالحبیب (فقیہ اعظم نمبر) 201

۲۴......مرجع سابق، 52 ۲۵......دیکھیے : فتاویٰ نوریہ، 1/519-521

۲۶......نوری، انوارِ مکتوباتِ فقیہِ اعظم، 107

۲۷......حضرت علامہ الشاہ محمد عارف اللہ قادری، اہلِ سنت کے نامور خطیب، 1913ء میں یوپی کے شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔علمی خانوادے سے تعلق تھا۔ان کے والد شاہ حبیب اللہ قادری اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔1953ء اور 1974ء کی تحریک ختم نبوۃ میں بھرپور حصہ لیا۔اندرون و بیرونِ ملک بے شمار تبلیغی سفر کیے۔ اٹھائیس فروری 1979ء کو راول پنڈی میں وصال فرمایا۔[مرجع سابق، 162]

۲۸......حضرت مفتی سید مسعود علی قادری، 1909ء میں یوپی میں پیدا ہوئے۔مارہرہ شریف، علی گڑھ اور رام پور وغیرہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ 1951ء میں پاکستان آئے اور مدرسہ ''انوار العلوم'' ملتان میں تدریس و افتاء کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ 1971ء میں علالت کی بنیاد پر کراچی منتقل ہوگئے۔ان کے بڑے صاحبزادے عالمی مبلغ سید سعادت علی قادری متعدد کتب کے مصنف ہیں۔چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر سید شجاعت علی قادری بلند پایہ عالم دین، مصنف اور وفاقی شرعی عدالت کے جسٹس تھے۔ انہوں نے نو فروری 1973ء کو وفات پائی۔[مرجع سابق، 163]

۲۹......نعیمی، فتاویٰ نوریہ، 1/187

۳۰......استفتاء میں عیسائیوں کی ایک کمپنی (پاکستان موضع کھوڑ میں اٹک آئل کمپنی) کا ذکر ہے، جو اپنے ملازمین سے کیے گئے وعدہ کی بنیاد پر تعمیر مسجد کے لیے رقم دینا چاہتی تھی۔[مقالہ نگار]

۳۱......مرجع سابق، 1/188

۳۲......نوری، انوارِ مکتوباتِ فقیہِ اعظم، 126، 127، دیکھیے : فتاویٰ نوریہ، 3/153-160

۳۳...... البقرۃ، 2:43

۳۴......بخاری، محمد بن اسماعیل (م 259ھ) الصحیح البخاری، 85/1، حدیث نمبر 378، باب الصلوۃ فی السطوح و المنبر و الخشب

۳۵......مرجع سابق، 129/1، حدیث نمبر 635، باب قول الرجل : فاتتنا الصلوۃ ......

۳۶......مرجع سابق، 141/1، حدیث نمبر 695، باب امامة المفتون و المبتدع

۳۷......لکھنوی، محمد عبدالحی، (م 1304ھ) عمدۃ الرعایة بتحشیة شرح الوقایة، 48/1، مرکز العلماء العالمی للدراسات

۳۸......نعیمی، فتاویٰ نوریہ، 559/1، 560

۳۹......سیالوی، محمد اشرف (عنوان: مجمع البحرین) ماہ نامہ ''نورالحبیب'' (فقیہ اعظم نمبر) 283

۴۰......مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ خاص، قابل مدرس اور معقول و منقول پر کامل دسترس رکھنے والے تھے۔ جامعہ نعیمیہ (برائے طلبہ) اور جامعہ سراجیہ (برائے طالبات) لاہور کے بانی تھے۔ مارچ 1988ء میں وصال ہوا۔ [نوری، حضرت فقیہِ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، 418، 419]

۴۱......نوری، (عنوان: حیاتِ مبارک) فتاویٰ نوریہ، 46/3، اشاعت ستمبر 1983ء

۴۲......نعیمی، فتاویٰ نوریہ، 239/1، 240

۴۳......مرجع سابق، 241/1-248

۴۴......مرجع سابق، 248/1-264

۴۵......مرجع سابق، 222/3-236

۴۶......مرجع سابق، 471/3-480

۴۷......مرجع سابق، 464/3، 465

۴۸......خلیل احمد نوری، پروفیسر، (عنوان: فقیہِ اعظم کا نظریۂ تربیت اور طریقِ کار) ماہ نامہ نورالحبیب (فقیہ اعظم نمبر) 60

۴۹......نعیمی، فتاویٰ نوریہ، 363/1-455

۵۰......مرجع سابق، 568/3-580

۵۱......مرجع سابق، 562/2-568

۵۲......مرجع سابق، 535/3-561

۵۳......مرجع سابق، 208/1-212

۵۴......مرجع سابق، 628/3

۵۵......مرجع سابق، 241/2-266

۵۶......مرجع سابق، 215/2-235

۵۷......مرجع سابق، 177/2-199

۵۸......مرجع سابق، 305-302/2   ۵۹......مرجع سابق، 519/1

۶۰......مرجع سابق، 619/3   ۶۱......مرجع سابق، 199-191/5

۶۲......اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے۔[الانعام، 152:6]

۶۳......آپ فرمائیے کہ بے شک حرام کردیا ہے میرے رب نے بے حیائیوں کو جو ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔[الاعراف، 33:7]

۶۴......اور چاہیے کہ پاک دامن بنے رہیں وہ لوگ جو نہیں پاتے شادی کرنے کی قدرت یہاں تک کہ غنی کردے انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے۔[النور، 33:24]

۶۵......جو (نکاح کی) طاقت نہیں رکھتا، اس پر لازم ہے کہ روزے رکھے، پس بے شک یہ اس کے لیے اندھا کنواں ہے۔[بخاری، صحیح بخاری، 3/7، حدیث نمبر 5065، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوّج]

۶۶......نعیمی، فتاویٰ نوریہ، 451/2

۶۷......خلیل احمد نوری، مشاہدات وتاثرات، 56

۶۸......سراج الفقہاء مولانا سراج الدین بن مولانا احمد یار بن مولانا محمد عالم، فنِ میراث میں ماہر عالم دین تھے۔ 1303ھ کو خان پور کے مضافاتی قصبہ مکھن بیلہ میں ولادت ہوئی۔ ستر سال مسندِ تدریس پر براجمان رہے۔ الزبدۃ السراجیۃ آپ کی معروف تصنیف ہے۔ بارہ دسمبر 1972ء کو آپ کا انتقال ہوا۔[نوری، انوارِ مکتوباتِ فقیہ اعظم، 142]

۶۹......مرجع سابق، 138

۷۰......نعیمی، فتاویٰ نوریہ، 533/3

۷۱......نوری، حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، 492

۷۲......نعیمی فتاویٰ نوریہ، 455-452/3

[Jihat ul Islam - journal, Vol. 15, No. 1 (2021): Jul-Dec 2021]

پبلشر: شعبہ اسلامک سٹڈیز، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

نقشہ اوقاتِ نماز برائے بصیر پور شریف ومضافات---ماہ جنوری

ابتداء وقتِ عشاء	غروبِ آفتاب (افطار) وقتِ مغرب	اخیر مثل دوم آغاز وقتِ عصر	اخیر مثل اوّل	ابتداء وقتِ ظہر	ضحوۂ کبریٰ	طلوعِ آفتاب، انتہائے فجر	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری	تاریخ
سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	-
6:40:06	5:16:21	3:38:52	2:56:59	12:07:58	11:26:09	6:59:41	5:35:56	1
6:40:45	5:17:04	3:39:35	2:57:39	12:08:26	11:26:39	6:59:55	5:36:14	2
6:41:25	5:17:48	3:40:19	2:58:20	12:08:54	11:27:09	7:00:08	5:36:30	3
6:42:05	5:18:32	3:41:03	2:59:02	12:09:22	11:27:39	7:00:18	5:36:45	4
6:42:46	5:19:17	3:41:49	2:59:45	12:09:49	11:28:08	7:00:28	5:36:59	5
6:43:28	5:20:03	3:42:35	3:00:28	12:10:15	11:28:37	7:00:35	5:37:11	6
6:44:10	5:20:50	3:43:22	3:01:11	12:10:41	11:29:06	7:00:41	5:37:21	7
6:44:52	5:21:38	3:44:10	3:01:55	12:11:07	11:29:34	7:00:46	5:37:31	8
6:45:35	5:22:26	3:44:58	3:02:39	12:11:32	11:30:02	7:00:48	5:37:39	9
6:46:19	5:23:14	3:45:47	3:03:24	12:11:57	11:30:30	7:00:49	5:37:45	10
6:47:02	5:24:04	3:46:36	3:04:09	12:12:21	11:30:57	7:00:49	5:37:50	11
6:47:46	5:24:53	3:47:26	3:04:55	12:12:44	11:31:23	7:00:46	5:37:53	12
6:48:30	5:25:44	3:48:16	3:05:41	12:13:07	11:31:50	7:00:42	5:37:55	13
6:49:15	5:26:34	3:49:07	3:06:27	12:13:29	11:32:15	7:00:37	5:37:56	14
6:50:00	5:27:26	3:49:58	3:07:13	12:13:51	11:32:40	7:00:29	5:37:55	15
6:50:45	5:28:17	3:50:50	3:07:59	12:14:12	11:33:05	7:00:20	5:37:52	16
6:51:30	5:29:09	3:51:42	3:08:45	12:14:32	11:33:29	7:00:09	5:37:48	17
6:52:16	5:30:01	3:52:34	3:09:32	12:14:52	11:33:52	6:59:57	5:37:43	18
6:53:01	5:30:54	3:53:26	3:10:18	12:15:11	11:34:15	6:59:43	5:37:36	19
6:53:47	5:31:46	3:54:18	3:11:05	12:15:29	11:34:37	6:59:27	5:37:27	20
6:54:33	5:32:39	3:55:11	3:11:51	12:15:47	11:34:58	6:59:10	5:37:17	21
6:55:18	5:33:32	3:56:03	3:12:37	12:16:03	11:35:18	6:58:51	5:37:05	22
6:56:04	5:34:25	3:56:56	3:13:23	12:16:19	11:35:38	6:58:30	5:36:51	23
6:56:50	5:35:18	3:57:48	3:14:09	12:16:35	11:35:57	6:58:08	5:36:36	24
6:57:36	5:36:11	3:58:41	3:14:54	12:16:49	11:36:16	6:57:44	5:36:20	25
6:58:22	5:37:04	3:59:33	3:15:40	12:17:03	11:36:33	6:57:19	5:36:02	26
6:59:07	5:37:57	4:00:25	3:16:25	12:17:15	11:36:50	6:56:51	5:35:42	27
6:59:53	5:38:50	4:01:17	3:17:09	12:17:27	11:37:06	6:56:23	5:35:21	28
7:00:38	5:39:43	4:02:08	3:17:53	12:17:38	11:37:21	6:55:53	5:34:58	29
7:01:24	5:40:36	4:03:00	3:18:37	12:17:49	11:37:35	6:55:21	5:34:34	30
7:02:09	5:41:28	4:03:51	3:19:20	12:17:58	11:37:48	6:54:48	5:34:08	31

● ...... گھڑیاں درست رکھیں ● ...... **احتیاط**: سحری 30 سیکنڈ پہلے بند اور افطاری 30 سیکنڈ بعد کریں

عرس حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ و اجلاس دارالعلوم، مورخہ 13-14/ جنوری 2024ء ہفتہ، اتوار

نقشہ اوقاتِ نماز برائے بصیر پور شریف ومضافات---ماہ فروری

تاریخ	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری	طلوعِ آفتاب، انتہائے فجر	ضحوۂ کبریٰ	ابتداء وقتِ ظہر	اخیر مثلِ اوّل	اخیر مثلِ دوم آغاز وقتِ عصر	غروب آفتاب (افطار) وقتِ مغرب	ابتداء وقتِ عشاء
-	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا
1	5:33:40	6:54:13	11:38:00	12:18:07	3:20:03	4:04:42	5:42:21	7:02:54
2	5:33:11	6:53:37	11:38:12	12:18:15	3:20:45	4:05:32	5:43:13	7:03:39
3	5:32:41	6:52:59	11:38:23	12:18:22	3:21:26	4:06:22	5:44:05	7:04:24
4	5:32:09	6:52:20	11:38:33	12:18:28	3:22:07	4:07:11	5:44:56	7:05:08
5	5:31:35	6:51:40	11:38:42	12:18:33	3:22:48	4:08:01	5:45:48	7:05:53
6	5:31:01	6:50:58	11:38:50	12:18:38	3:23:28	4:08:49	5:46:39	7:06:37
7	5:30:24	6:50:15	11:38:57	12:18:41	3:24:07	4:09:38	5:47:30	7:07:21
8	5:29:46	6:49:30	11:39:03	12:18:44	3:24:46	4:10:25	5:48:20	7:08:05
9	5:29:07	6:48:44	11:39:09	12:18:46	3:25:24	4:11:13	5:49:10	7:08:49
10	5:28:27	6:47:58	11:39:14	12:18:48	3:26:01	4:11:59	5:50:00	7:09:33
11	5:27:45	6:47:09	11:39:17	12:18:48	3:26:38	4:12:46	5:50:50	7:10:17
12	5:27:02	6:46:20	11:39:21	12:18:48	3:27:13	4:13:31	5:51:39	7:11:00
13	5:26:17	6:45:29	11:39:23	12:18:47	3:27:49	4:14:17	5:52:29	7:11:43
14	5:25:31	6:44:38	11:39:24	12:18:46	3:28:23	4:15:01	5:53:17	7:12:26
15	5:24:44	6:43:45	11:39:25	12:18:43	3:28:57	4:15:45	5:54:06	7:13:09
16	5:23:55	6:42:51	11:39:25	12:18:40	3:29:30	4:16:29	5:54:54	7:13:52
17	5:23:06	6:41:56	11:39:24	12:18:37	3:30:02	4:17:12	5:55:41	7:14:35
18	5:22:15	6:41:00	11:39:22	12:18:32	3:30:34	4:17:54	5:56:29	7:15:17
19	5:21:23	6:40:03	11:39:19	12:18:27	3:31:05	4:18:36	5:57:16	7:15:59
20	5:20:29	6:39:05	11:39:16	12:18:21	3:31:35	4:19:17	5:58:02	7:16:42
21	5:19:35	6:38:07	11:39:12	12:18:15	3:32:04	4:19:57	5:58:48	7:17:24
22	5:18:39	6:37:07	11:39:07	12:18:08	3:32:32	4:20:37	5:59:34	7:18:06
23	5:17:42	6:36:06	11:39:01	12:18:00	3:33:00	4:21:16	6:00:20	7:18:47
24	5:16:44	6:35:05	11:38:55	12:17:52	3:33:26	4:21:55	6:01:05	7:19:29
25	5:15:45	6:34:02	11:38:47	12:17:43	3:33:52	4:22:33	6:01:50	7:20:10
26	5:14:45	6:32:59	11:38:40	12:17:33	3:34:17	4:23:10	6:02:34	7:20:52
27	5:13:44	6:31:55	11:38:31	12:17:23	3:34:42	4:23:46	6:03:18	7:21:33
28	5:12:42	6:30:50	11:38:22	12:17:13	3:35:05	4:24:22	6:04:01	7:22:14

●...... گھڑیاں درست رکھیں●...... **احتیاط**: سحری 30 سیکنڈ پہلے بند اور افطاری 30 سیکنڈ بعد کریں

عرس حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ و اجلاس دارالعلوم، مورخہ 13-14/ جنوری 2024ء ہفتہ، اتوار

فتاویٰ نوریہ

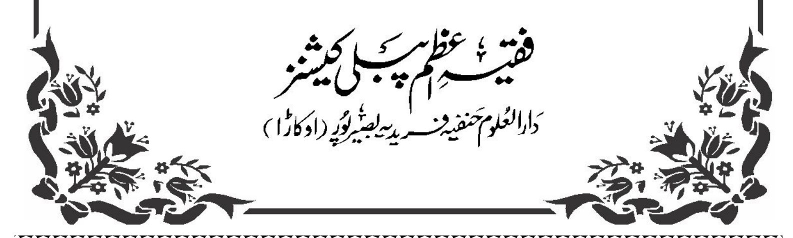
کے اسالیبِ استناد واستدلال

(تعارفی مطالعہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل

استاذ (ر) بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد، پاکستان





فقیہِ اعظم پبلی کیشنز

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (اوکاڑا)

کتاب	فتاویٰ نوریہ کے اسالیبِ استناد و استدلال (تعارفی مطالعہ)
تصنیف	پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل
حروف سازی	نوری کمپوزنگ سنٹر، بصیر پور شریف
کمپیوٹر کوڈ	Awal\Dr_Tufail\Tufail_Fatawa.inp
سال اشاعت	جمادی الآخرۃ ۱۴۴۵ھ / جنوری 2024ء
صفحات	64
مطبع	The One Enterprises، لاہور
ناشر	فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور شریف

سٹاکسٹ

1. انجمن حزب الرحمٰن، بصیر پور شریف، ضلع اوکاڑا
2. ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
3. فرید بک سٹال، 38 اردو بازار، لاہور
4. شبیر برادرز، 40 اردو بازار، لاہور
5. مکتبہ غوثیہ رضویہ، محمود شہید روڈ شاہدرہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے اردگرد پھیلی ہوئی یہ کائنات ایک نظام کی رہینِ منت ہے، یہ نظام نہ صرف اس کائنات کو قائم و دائم رکھتا ہے بلکہ یہی نظام اس کائنات کو رواں دواں بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ نہ صرف مقررہ وقت پر اس کائنات کے موسم خود بخود تبدیل ہو کر اس کائنات پر اپنی تبدیلی کے اثرات مرتب کرتے رہتے ہیں بلکہ ہمارا یہ بھی روزمرہ کا گہرا مشاہدہ ہے کہ اس کائنات میں شب و روز اور دن رات ایک مقناطیسی نظام کے مطابق ایک دوسرے کے آگے پیچھے اس طرح لپکے ہوئے چلے آتے ہیں کہ گویا ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے کہ اس نظام میں خلل پڑنے کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورج، چاند، ستارے اور سیارے نہ صرف اس کائنات کو رونق بخشتے اور مزین کرتے رہتے ہیں بلکہ وہ سبھی اپنے اپنے پہلے سے مقررہ اوقات میں طلوع اور غروب بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ جمادات، نباتات، چرند پرند، حیوانات،

ارض وسماوات اور دیگر اجرام فلکی کا بغور ملاحظہ کریں، تو ان تمام میں بھی ایک نظام، اس نظام کے اصول وضوابط اور قواعد وکلیات کارفرما دکھائی دیتے ہیں، مزید برآں یہ تمام اشیاء اور ان سب کے سارے اعمال و اجزاء ایک نظام میں منظّم دکھائی دیتے ہیں، جس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔

اسی طرح انسان کی پیدائش، تخلیق اور نشو ونما میں ایک نظام کارفرما ہے، چنانچہ ہر انسان بچہ کی صورت میں اپنی ماں کے بطن سے جنم لیتا، بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپا گزار کر اس دارِفانی سے بقائے جاودانی کی طرف لوٹ جاتا اور منوں مٹی کے نیچے دفن ہو جاتا ہے۔ اس عمومی مشاہدے اور ذاتی تجربے سے یہ ابدی حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ نہ صرف اس کائنات کا خالق واحد ویکتا ہے، بلکہ وہ اس قدر حکیم اور دانا ہے کہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کا ہر کام اس نظام سے مربوط ہے جس کی ہر کڑی باہم اس قدر ایک دوسرے میں پیوستہ ہے کہ ان سب کا غیر منظّم ہونا بظاہر محال دکھائی دیتا ہے۔

اس کائنات کا نظام چند قواعد وکلیات سے عبارت ہے، چنانچہ سورج مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا ہے، سردیوں میں کرۂ ارض کا درجۂ حرارت نقطۂ انجماد سے نیچے تک چلا جاتا ہے، راتیں لمبی اور دن چھوٹے ہو جاتے ہیں، جب کہ اس کے برعکس موسم گرما میں درجۂ حرارت پچاس ڈگری سنٹی گریڈ سے تجاوز کر جاتا ہے، راتیں چھوٹی اور دن لمبے ہو جاتے ہیں، ان طبعی قوانین اور قواعد وکلیات سے ہی نظام فطرت (Law Of Nature) ہمارے سامنے آتا ہے کہ وہ اشرف المخلوقات انسان کو بھی اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ وہ نہ صرف ایک نظام کے مطابق پیدا کیا گیا ہے، بلکہ وہ خود بھی اس نظام کے قوانین کا پابند ہے۔

چنانچہ وہ نہ صرف اپنا منصب ومرتبہ برقرار رکھنے کے لیے کائناتی قوانین (Universal Laws) کا پابند ہے، بلکہ وہ کائناتی قوانین کے قواعد وکلیات کو بروئے کار لا کر انسانی کائناتی اور تکوینی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے وہ ایسے نئے اصول اور جدید ضابطے بھی وضع کر کے ترتیب دے گا جو نہ صرف اس کائنات کے نظام کو برقرار رکھنے کے لیے ممد ومعاون ثابت ہوں گے بلکہ وہ اصول اور ضابطے انسانوں کے لیے رہنمائی کردار (Guiding Role)

بھی فراہم کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر انسان پیدائشی طور پر فکری اور نظری دولت سے مالا مال ہوتا ہے بلکہ وہ ان صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر نت نئی ایجاد کرتا اور جدید اصول وضوابط وضع کرتا رہتا ہے، بلکہ انہیں اپنے مشاہدے، تجربے اور معمولات کی کسوٹی پر پرکھ کر ان میں سے کھرا اور کھوٹا بھی الگ الگ کرتا رہتا ہے۔

مذکورہ نکات اور ان کی افادیت کی بنیاد پر انسان نے نہ صرف بے شمار علوم وفنون وضع اور تخلیق کیے ہیں، بلکہ حضرت انسان نے خداداد فکر و دانش، صلاحیتوں، استعدادات اور اپنے عملی تجربہ (Practical Experience) کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک جانب نہ صرف بہت سے علوم وفنون اور نظریات کی طرح ڈالی ہے بلکہ دوسری طرف ان کے اصول وضوابط اور قواعد وکلیات بھی وافر مقدار میں مہیا کیے ہیں۔ ایسا کرتے وقت انسان نے اس کائناتی نظام (Universal System) اور اس کے طبعی اور اٹل قوانین کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہے۔ چنانچہ یہ اختراعات نہ صرف طبعی قوانین (Natural Laws) کے مقررہ دائروں میں رہتے ہوئے وجود میں لائے گئے ہیں، بلکہ ان سب کا خمیر بھی انسانی فلاح و بہبود اور تعمیر وترقی کی خاطر اٹھایا گیا ہے۔ علوم وفنون کی اختراع وایجاد میں یہ دونوں امور اس لیے انتہائی اہمیت کے حامل رہے ہیں کہ کائناتی طبیعت اور انسانی فطرت سے ہٹ کر جو چیز بھی وجود میں آئے گی وہ ناکارہ اور بے سود ہوگی، نیز جو اختراع یا ایجاد انسانیت کے مفادات (Banefits) سے ٹکرائے گی وہ سدا قائم نہیں رہے گی۔ اس لیے ان تمام امور کی نہ صرف پابندی لازمی ہے بلکہ اسی پابندی سے ہی اس کائنات کا حسن قائم ہے اور یوں یہ کائنات رواں دواں ہے، جس میں مسلمان بھی آباد ہیں۔

مسلمان کرۂ ارض کی آبادی کا تقریباً تیسرا حصہ ہیں۔ اگر کرۂ ارض کی انسانی آبادی چھ ارب نفوس (Persons) فرض کر لی جائے، تو ان افراد میں قریباً دو ارب مسلمان ہیں، جو نہ صرف توحید و رسالت کے خوگر اور پیروکار ہیں بلکہ وہ اپنی دینی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں ایک طرف فکر و دانش کی متاعِ گراں قدر سے مالا مال ہیں تو وہ دوسری جانب علوم وفنون کی ایجاد واختراع اور انہیں عالمی سطح پر متعارف کرانے، ترقی دینے اور انہیں

عملی طور پر اپنانے کے لیے بھی وہ ہمیشہ پر جوش رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھنا، لکھنا، نوشت وخواند اور تصنیف وتالیف اسلامی تہذیب کے لازمی عناصر قرار پائے ہیں۔ چنانچہ یہ امر محالات میں سے شمار ہوتا ہے کہ کرۂ ارض پر کسی جگہ مسلمان آباد ہوں اور وہاں علمی سرگرمیاں مفقود ہوں۔ نیز مسلم معاشرہ اپنی تہذیبی قدروں سے خالی ہو!

یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک کا ہر مسلم معاشرہ نہ صرف تعلیم وتعلم اور تصنیف وتالیف کی آبیاری کرتا رہا ہے بلکہ ہر عہد کے مسلم مفکرین نے نہ صرف انسانی تہذیب (Human Civilization) کی ترویج وترقی اور نشو ونما میں بھر پور حصہ ڈالا ہے، بلکہ اسلام اور مسلمانوں نے انسانی تہذیب وثقافت کو جدید افکار، نئے نئے نظریات، بوقلمون اسالیبِ اظہار اور انوکھے محاورات، تشبیہات اور روز مروں سے بھی مالا مال کر دیا ہے۔ چنانچہ اسلامی اور عربی نظریات وافکار نے عالمی آداب (Global Literatures) میں اعلیٰ جگہ پالی ہے، بلکہ یہی امور متعدد مغربی، افریقی اور ایشیائے بعید کی زبانوں کا نہ صرف جزو لاینفک بن گئے ہیں بلکہ یہی اصطلاحات، تمثیلات اور اجزائے جملہ (Parts of Sentences) ان کی لغات وقوامیس کا حصہ بھی بن گئے ہیں۔ مزید براں اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اسلامی دنیا نے دیگر مذاہب وتہذیبوں سے بھی بہت کچھ سیکھا اور اخذ کیا ہے، اسی وجہ سے یہ وسیع تر دنیا عالمی قریہ (Global Village) کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔

قرآن حکیم --- اسلامی تعلیمات کا بنیادی مصدر

قرآن حکیم نہ صرف دینی تعلیمات کی آخری الہامی (Revealed) کتاب ہے، بلکہ یہ اسلامی تہذیب وثقافت کا محور ومصدر بھی ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم مسلمانوں کے افکار ونظریات کا بنیادی منبع ہونے کی وجہ سے یہ کتاب ان کے تمام علوم وفنون کا بنیادی مصدر اور اصلی ذریعہ ہے۔ چنانچہ مسلم دنیا میں نہ ایسا کوئی نظریہ وضع کیا جا سکتا اور نہ ہی ایسا کوئی علم وفن ایجاد ہو کر پروان چڑھ سکتا ہے جو مسلمانوں کی مقدس ترین کتاب ''قرآن مجید'' کی تعلیمات، تعلیمات کی روح اور منشائے ایزدی کے خلاف ہو۔ لہٰذا یہ قاعدہ کلیہ زبان زدِ عوام وخواص رہتا ہے کہ قرآن حکیم مسلمانوں کے پاس عطیۂ ایزدی ہے، جس کی تعلیمات دائمی اور ابدی ہیں

جس کے اوامر ونواہی اٹل اور انسانی نجات (Salvation) اور فلاح و بہبود کے ضامن ہیں۔ اس لیے مسلم معاشروں میں کوئی قانون، فکر، نظریہ، تصنیف وتالیف یا ایسی رائے نہیں پنپ سکتی جو قرآنی تعلیمات، ان کی روح، منشائے ایزدی (Will of God) نیز انسانی فطرت سے ہم آہنگ نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم فکر ونظریہ میں قرآن حکیم کو محور اوّل اور اصل الاصول کا درجہ حاصل رہتا ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم کے اسی ارفع واعلیٰ مقام اسلامی تعلیمات کا اصل الاصول (Basic And fundamental Source) ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے اس مقدس صحیفہ کی تعلیمات کو سمجھنے اور بروئے کار لانے (Apply) کے لیے نہ صرف بہت سے جدید علوم وفنون ایجاد کیے، جن کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے، بلکہ انہوں نے مسلمانوں میں مروّجہ دیگر علوم و فنون کی اساس بھی قرآنی تعلیمات پر استوار کی ہے اور اس کتاب اللہ کی آیاتِ مبارکہ سے ایسے قواعد وکلیات اور اصول وضوابط مستنبط کیے جو اسلامی علوم وفنون اور مسلم فکر کے لیے خضر راہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

یہ امر بھی شک وشبہ سے بالا تر ہے کہ قرآنِ حکیم نہ اصول وقواعد کی کتاب ہے، نہ یہ جدید علوم وفنون کا منبع ومصدر ہے اور نہ ہی یہ قانون وانتظام کے قواعد وضوابط کا درجہ رکھتی ہے بلکہ یہ ایک سیدھی سادی کتابِ ہدایت ہے جو انسانوں کو ان کے خالق کے حضور سجدہ ریز ہونے کی ہدایت دیتی ہے اور مسلمانوں کی دنیوی زندگی کی کامرانی اور اُخروی نجات کی نوید دیتی ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہونے کے حوالے سے اس میں انسانوں کے لیے ایسے اصول وضوابط اور قواعد بیان ہوئے ہیں جو انسان کے لیے سدا خضر راہ رہیں گے، جیسے:

1. ...... لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا---

"اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی استعداد سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا"---

2. ...... لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی---

"کسی دوسرے فرد کے کیے کا بوجھ کوئی اور شخص نہیں اٹھائے گا"---

❸...... وَ أَن لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰیo''---

''انسان اپنی جدوجہد کا ثمرہ پاتا ہے''---

❹...... خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاًo---

''انسان کو کمزور پیدا کیا گیا''---

❺...... إنَّ اللّٰہَ لَا یضیع أجر العَامِلِیْن---

''اللہ تعالیٰ کسی عامل کا کوئی عمل رائیگاں نہیں جانے دیتا''---

یہ اوراسی نوعیت کے ہزاروں اصولِ زندگی قرآنی آیات کا حصہ ہیں، جنہیں اپنا کرآج بھی انسانیت موجودہ اورآئندہ کی مشکلات اوراپنی ناہمواریوں کا مداوا کرسکتی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے نہ صرف قرآن فہمی کے لیے سو کے قریب نئے علوم وفنون ایجاد کیے ہیں جو انسانی تہذیب کا سنہری باب ہی نہیں بلکہ اس کتابِ عزیز میں موجود احکام انسانوں کے لیے سدا بہار ہونے کا درجہ رکھتے ہیں، کیونکہ وہ ہرعہد کے انسان کی فلاح و بہبود (Wellfare) کے لیے یکساں مؤثر اور یکساں مفید ثابت ہوتے ہیں۔

حدیث پاک کی اہمیت

مسلمانوں نے طبعی قانون اورفطری انسانی تقاضوں کی تکمیل کے لیے ایک اورکام یہ کیا ہے کہ انہوں نے پوری انسانیت کے ابدی اورحقیقی نجات دہندہ حضرت محمدرسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کوسیرت النبی کے نام سے اورآپ کے اقوال وافعال اور معمول کواسوۂ حسنہ کا درجہ دے کر حدیثِ نبوی کے نام سے محفوظ کیا، تاکہ قرآن حکیم جیسے نسخۂ کیمیا کی ہدایات کی عملی تفسیر وتشریح کو مشعل راہ بنایا جاسکے۔ جن کی تعلیمات نہ صرف قرآنی احکام کا عملی نمونہ (Practical Model) ہیں، بلکہ وہ انسانی تجربہ وعمل پر پرکھی ہوئی ایک ایسی کسوٹی ہیں جو مسلمانوں کے دینی اعمال کا معیار، ان کی قبولیت اوران کے اجر وثواب کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

احادیثِ نبویہ نہ صرف قرآنی آیاتِ مبارکہ کی عملی تشریح وتعبیر ہوتی ہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے لیے نمونۂ عمل اور جادۂ عمل کا بھی درجہ رکھتی ہیں، بلکہ ان میں ایسے اقوال بھی

موجود ہیں جو پوری انسانیت (Whole Humanity) کے لیے خضرِ راہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

❶...... اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ---

''حقیقی مسلمان وہی شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے انسان محفوظ ہوں''---

❷...... مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ---

''جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا''---

❸...... إِنَّ الْقَاطِعَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ---

''قطع تعلقی کرنے والا انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا''---

❹...... تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِیَائِھِمْ وَ تُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ---

''امیروں سے مال لے کر غریبوں میں تقسیم کیا جائے''---

❺...... اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّھَاتِ---

''جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے تلے ہے''---

یہ اور اس طرح کے بے شمار ارشاداتِ نبوی ہیں، جن سب کی حقیقت سے آج تک انسانیت آگاہ نہیں ہوسکی، تاہم وہ نہ صرف اس کرۂ ارض پر کامیاب زندگی بسر کرنے کے لیے انسانیت کی رشد و ہدایت کا دائمی ذریعہ ہیں، بلکہ تمام انسانوں کو انسانیت کے رشتہ میں پروتے ہیں، بلکہ انہیں اُخروی کامرانی سے بھی بہرہ ور کرتے ہیں، جو تمام الہامی مذاہب کا مشترک سرمایہ اور آسمانی ادیان کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

قرآن حکیم اور سنتِ نبوی مسلمانوں کا سرمایۂ حیات ہیں، کیونکہ یہ دونوں مصادر اسلامی احکام کے لیے اصول وضوابط عطا کرتے ہیں، جب کہ انسانی زندگی اپنا انتہائی وسیع میدان رکھتی ہے، کیونکہ وہ چھوٹی چھوٹی جزئیات سے عبارت ہوتی ہے اس لیے کسی بھی انسان کو اپنی پوری زندگی اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے کے لیے تفصیلی احکام اور تشریحی اوامر ونواہی کی حاجت ہوتی ہے، جس کے لیے ایک مستقل علم وفن کی ضرورت نہ صرف عہد رسالت میں محسوس کی گئی تھی بلکہ یہ علم علم فقہ کے نام سے عہد رسالت میں ہی متعارف ہوکر وجود میں

آ گیا تھا۔ چنانچہ فقہ عمر اور عبداللہ بن مسعود کی فقہ نامی کتب اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ عصر رسالت اور عہد صحابہ میں علم فقہ اسی طرح موجود تھا، جس طرح علم تصوف کا آغاز زمانۂ رسالت میں ہو گیا تھا اور حدیثِ جبریل اس کی عمدہ دلیل اور مثال بنی ہوئی ہے۔

علم فقہ ایک وسیع علم ہے جس کا خمیر انسانوں کی روزمرہ زندگی کے امور سے اٹھایا جاتا ہے، اس کی بنیاد قرآن حکیم اور سنتِ نبوی پر قائم ہو کر استوار ہوتی ہے۔ چونکہ علم فقہ انسانی حیات کا علم شمار ہوتا ہے، اس لیے یہ بہت ہی وسیع علم شمار ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ دیگر علوم وفنون انسانی زندگی کے کسی ایک پہلو کا احاطہ کرتے ہوں، جیسے علم النفس (Phcycology)، علم منطق (Logic) اور علم تصوف (Mysticism) انسانی زندگی کے کسی ایک پہلو کا احاطہ کرتے ہیں جب کہ دیگر اسلامی علوم وفنون کے برعکس ''علم فقہ'' حیاتِ انسانی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہوتا ہے۔ چنانچہ اہلِ علم کی رائے میں اور عملاً بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ ''علم فقہ'' کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ انسانی جسم سے روح کے اتصال کے ساتھ ہی انسانی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے اور فقہ کے احکام بھی اسی وقت لاگو ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جنین (Embrayo) کو نہ صرف زندہ پیدا ہونے کی صورت میں وراثت میں سے مقررہ حصہ ملتا ہے، بلکہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جنین کے قتل کیے جانے پر اس کی دیت (Blood Money) بھی ادا کی جاتی ہے، جب کہ دوسری طرف علم فقہ کے احکام انسان کی تدفین کے بعد تک اس پر لاگو ہوتے رہتے ہیں، جیسے قرض کی ادائیگی، امانتوں کی واپسی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری وغیرہ۔

انسانی زندگی کا علم ہونے کے حوالے سے ''علم فقہ'' بھی اپنے اصول وقواعد رکھتا ہے۔ جیسے:

❶...... اَلشَّكُّ لَا يُزِيْلُ الْيَقِيْنَ---

''شک سے یقین زائل نہیں ہوتا''---

❷...... الاطلاق حُجَّةٌ كَالنَّص---

''کسی چیز کا کسی بھی قید سے خالی ہونا نص کی طرح مطلق حجت ہوتا ہے''---

❸...... فَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ---

''جو چیز مسلمانوں کے ہاں اچھی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھی ہے''---

❹...... اَلثَّابِتُ بِالْعُرْفِ کَالثَّابِتِ بِالنَّصِّ---

’’جو چیز عرف (Custem) سے ثابت ہوتی ہے، وہ گویا نص (Revealed Text) سے ثابت ہوتی ہے‘‘---

❺...... یُعْتَبَرُ فِیْ کُلِّ عَصْرٍ عرف اَھْلِ زَمَانِہٖ---

’’ہر زمانے میں اس دور کے لوگوں کا عرف معتبر ہوتا ہے‘‘---

یہ اور اس طرح کے بہت سے قواعد وکلیات ’’علم فقہ‘‘ نے اپنے لیے اپنائے ہوئے ہیں، جنھیں عموماً نظائر (Maxims) کہا جاتا ہے اور اس موضوع پر الاشباہ و النظائر کے نام سے خاصا فقہی ادب مرتب ہو چکا ہے۔

علم فقہ ایک انتہائی اہم اور وسیع علم

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے، جب کہ سنتِ نبوی کے کئی اجزاء مسلمانوں کو عہد رسالت سے میسر ہیں، جس میں اقوال النبی، افعال النبی، تقاریر النبی، شمائل النبی، اخلاق النبی، اسوۂ حسنہ اور سیرت النبی سبھی کچھ شامل ہوتا ہے، نیز جیسے قرآنی آیات کا شانِ نزول معتبر ہوتا ہے اور احکام کی تشکیل وتعبیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اسی طرح ورود الحدیث اور اسبابِ ورود الحدیث بھی معتبر اور لائقِ توجہ ہوتے ہیں، جو نص (Text) کے علاوہ دیگر ذرائع علم شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسانی ضرورتوں کا علم ہونے کی بنا پر ’’علم فقہ‘‘ نہ صرف انسانی امور (Human Affairs) کی بہت زیادہ حمایت کرتا ہے، بلکہ وہ نصوص کے دوش بدوش انسانی اعمال، اعراف، عادات اور ضرورتوں کو بھی معقول حد تک اہمیت دیتا ہے، اسی لیے تو اس کے مصادر میں معتد بہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ اضافہ نہ نص کے خلاف ہوتا ہے، نہ اس کی حیثیت تبدیل کرنے کے لیے ہوتا ہے، نیز نہ وہ مطلق کو مقید یا مجاز کو حقیقت بنا دیتا ہے۔ اسی طرح وہ اضافہ کسی بھی زاویہ سے نص کو منفی انداز میں متاثر نہیں کرتا بلکہ ’’علم فقہ‘‘ ایسے مآخذ اور اصول وضوابط بروئے کار لاتا ہے جو نص کی حقیقی روح کو اجاگر کریں اور یہ اصول وضوابط انسان کے نہ صرف عمل کو مہمیز لگاتے ہیں بلکہ وہ دینی احکام پر عمل کرنے کو انسانوں کے لیے آسان بھی بناتے ہیں۔

انسانی علم (Human Scince) ہونے کی حیثیت سے علم فقہ ایک انتہائی وسیع علم شمار ہوتا ہے، چنانچہ جس طرح وہ انسانی زندگی کا کماحقہٗ احاطہ کرتا ہے اور مسلمانوں کی پوری زندگی اور انسانی حیات کے ہر ہر لمحہ کے لیے اوامر ونواہی، ہدایات اور تعلیمات عطا کرتا ہے، اسی طرح ''علم فقہ'' اس کرۂ ارض (Globe) پر تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے انہیں اسلامی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ اس کائنات میں بالفرض دو ارب افراد اسلام کا دامن تھامے ہوئے ہیں تو ان میں سے نوے سے پچانوے فی صد مسلمان نہ صرف کسی نہ کسی فقہی مدرسہ (School of Jurisprodance) سے وابستہ ہیں، بلکہ باقی ماندہ پانچ فی صد مسلمان بھی اپنی زندگی کو شرعی سانچے میں ڈھالنے کے لیے فقہی احکام پر عمل کرتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ وہ اس حقیقت کا انکار یا اقرار نہ کریں، لہٰذا یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ جس جگہ اسلام اور مسلمان موجود ہیں، ان میں قرآن وسنت کی طرح ''علم فقہ'' بھی لازماً موجود ہے۔

''علم فقہ'' چونکہ اپنا مواد نصوصِ شرعیہ، انسانی عقل ودانش، معاشرتی عروف وعادات، سماجی قدروں اور انسانی رویوں سے اخذ کرتا ہے، اس لیے وہ نہ صرف بہت وسیع ذرائع علم رکھتا ہے، بلکہ اس میں وسعت کا یہ عالم ہے کہ مسلم معاشروں میں بہت سے فقہی مسالک اور فرق رواج پا گئے ہیں، جن کے گہرے مطالعہ سے نہ صرف انسانی فکر پروان چڑھتی ہے بلکہ فقہی مسالک میں بُعد المشرقین پایا جاتا ہے اور یہ فقہی مسالک باہم دست وگریباں بھی دکھائی دیتے ہیں، جب کہ عملی زندگی کی منزل پر یہ فقہی مسالک اپنا ایک ہی ہدف رکھتے ہیں کہ ہر مسلمان نہ صرف اسلامی احکام پر عمل پیرا ہو بلکہ وہ ایک ہی خالق ومالک اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو اور انسانی حقوق کی پامالی سے مکمل اجتناب برتے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہی مسالک بظاہر مختلف نظر آنے کے باوجود ایک ہی مصدر وماخذ کی پیداوار ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی، فقہ حنبلی، فقہ جعفری اور فقہ ظاہری وغیرہ قرآن وسنت، اجماع وقیاس سے بالترتیب اپنا مواد حاصل کر کے انسانی مصالح (Human Banifits) کو پروان چڑھاتے اور اسلامی شریعت کی روح کے مطابق زندگی گزارنے کو انسانوں کے لیے آسانیوں کا سامان

فراہم کرتے ہیں اور یوں وہ انہیں عمل کرنے والے مسلمانوں (Practical Muslims) کی مقدار کے اضافے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

فقہ کے مصادر و منابع

فقہی اصول وقواعد کا خمیر نہ صرف نصوصِ شرعیہ، نقلی علوم اور روایات سے اٹھایا جاتا ہے بلکہ "علم فقہ" متعدد عقلی، معاشرتی، سماجی، نظری اور انسانی اعمال کو بھی اپنے مصادر ومنابع کے طور پر بروئے کار لاتا ہے۔ اس لیے نہ صرف فقہ اسلامی کے مصادر وسیع تر ہیں بلکہ ان کے مراتب ودرجات بھی متعین ہیں، جن سے انحراف ممکن نہیں ہوتا۔ چنانچہ نقلی مصادر و دلائل کو عقلی مصادر و دلائل پر ہمیشہ ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح نصوصِ شرعیہ کے اصول کو ترک (Avoide) کر کے عقلی اموراورانسانی، معاشرتی، قانونی، سماجی اور عرفی دلائل کو نہیں اپنایا جاتا۔ بلکہ فقہ اسلامی کا ہر نکتہ، ہر دلیل اور ہر استدلال واستنباط قرآن وسنت کے تابع اور انہی دونوں اصلی مصادر سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک ماخذ سے ہی ماخوذ ہوتا ہے، چنانچہ فقہ اسلامی اپنی ساخت اور ماہیت کی رو سے نہ صرف انہیں اپنانے کی پابند ہے بلکہ مصادر کی ترتیب کو بھی ملحوظ رکھنے کی پابند ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلامی شریعت میں قرآن مجید کو اصل الاصول (Fundamental Principles) کا درجہ سدا حاصل رہتا ہے اور قرآنی نصوص، عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص اوران کی حقیقی روح کو کبھی پسِ پشت نہیں ڈالا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ اسلامی کے ہر ہر حکم کی بنیاد کسی نہ کسی نص یا اس کی کسی قسم پر استوار ہوتی ہے۔ اگر کوئی فقیہ اپنے بیان کردہ فقہی حکم، کوئی مفتی اپنے فتویٰ اور کوئی قاضی اپنے فیصلہ کو کسی نص سے مزین، مدلل، مستنبط یا اخذ (Drive) نہ کر سکے تو ایسے امور انسانی اختراع قرار پا کر اپنی شرعی حیثیت اور دینی مقام ومرتبہ کھودیتے ہیں اور وہ دینی ادب کا حصہ نہیں بنتے۔

فقہ اسلامی کا خمیر ابتداءً نصوصِ شرعیہ سے اٹھایا جاتا ہے اور اس میں انسانی معاشرے کے اعراف و عادات کو وسیع پیمانے پر پیشِ نظر رکھ کر شرعی احکام کا استنباط کیا جاتا ہے تاکہ انسانوں کو "الدین یُسر" دینِ آسان کا عملی درس دیا جا سکے۔ لہٰذا فقہ اسلامی اپنے مصادر،

اپنے پیروکاروں کی تعداد، فقہی کتب و ادب، فکری غناء (Theoratical Richness) کے لحاظ سے بہت وسیع علم ہے، بلکہ یہ انسانی زندگی کے تمام امور کا کماحقہ احاطہ کرتا ہے۔

فقہ حنفی کے مصادر

فقہ اسلامی کے مصادر و منابع آسمانی (Revealed) اور زمینی (Non Revealed) دونوں ذرائع پر مشتمل ہوتے ہیں، تاکہ وہ سب مل کر نہ صرف حقوق اللہ اور حقوق العباد کا احاطہ کریں، بلکہ وہ انسان کی عقل وشعور پر اس طرح مہمیز لگائیں کہ وہ کشاں کشاں احکام پر عمل پیرا ہونے کی طرف چلا آئے۔ چنانچہ ماہیت اور ہیئت کے اعتبار سے دیگر تمام فقہی مسالک میں اپنے مآخذ کے لحاظ سے فقہ حنفی وسیع تر دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے یہاں فقہ حنفی کے مصادر کی مختصر فہرست پیش خدمت ہے:

قرآن مجید، سنتِ نبوی، اجماع، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، سدالذرائع، عرف وعادت، اقوالِ صحابہ، الشرائع من قبلنا، استصحاب، قوانینِ فطرت، عموم بلویٰ اور سابقہ فقہاء کی آراء۔ فقہ حنفی کے یہ چودہ مآخذ نقلی بھی ہیں اور عقلی بھی، ان میں شرعی نصوص بھی شامل ہیں اور انسانی آراء وافکار اور نظریات بھی داخل ہیں۔ تاہم فقہ حنفی کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی ساخت کے اعتبار سے انسانی قدروں (Human Values) اور انسانی اعراف (Human Customs) کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا چودہ مصادر میں سے زیادہ تر مصادر کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ انسانی امور سے قائم ہے۔

چونکہ حنفی فقہ انسانی قدروں اور انسانی رواج (Tradition) کو نہ صرف اہمیت دیتا ہے، بلکہ وہ ایک جانب انسانوں کو شرعی امور میں سہولتیں فراہم کرنے کا داعی ہے تو دوسری طرف وہ انسانی فکر کو عمل کے ساتھ ہم آہنگ کر دیتا ہے۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی دیگر فقہی مسالک کی نسبت انسانوں اور مسلمانوں میں زیادہ مقبول اور زیادہ مروّج رہا ہے۔ اس مقبولیت کے متعدد اسباب و وجوہ ہیں۔ چنانچہ واضح رہے کہ آج کرۂ ارض پر آباد مسلمانوں کی تعداد دو ارب مسلمان فرض کر لی جائے، تو ایک محتاط اندازے کے مطابق پچپن فیصد یعنی ایک ارب دس کروڑ مسلمان فقہ حنفی کی پیروی کرتے ہیں، جب کہ باقی تمام فقہی مسالک کے

پیروکاروں کی تعداد تقریباً چالیس فیصد ہے اور اندازاً پانچ فیصد مسلمان غیر مقلد شمار ہوتے ہیں۔ جو کسی فقہی مسلک کی پیروی نہیں کرتے۔ ان اعداد و شمار سے یہ نکتہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ فقہ حنفی مسلمانوں کی مقبول ترین فقہ ہے۔

نہ صرف نوے پچانوے فیصد مسلمان کسی نہ کسی فقہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں بلکہ ان میں فقہ حنفی پر عمل کرنے والے مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی افغانستان، پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، ترکی، عراق، شام، چائنا، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ، سنٹرل ایشیا اور سری لنکا وغیرہ میں زیادہ مقبول ہے۔ چونکہ اس فقہ کے پیروکاروں کی تعداد ایک ارب افراد سے زیادہ ہے، اسی لیے فقہ حنفی کے مختلف پہلوؤں پر پیدا ہونے والے مسائل اور مشکلات کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کی تعبیر و تشریح اور قواعد و اصول میں دیگر فقہی مسالک کے مقابلے میں فقہ حنفی کی کتب کی تعداد زیادہ ہے، جن میں متون، شروح، حواشی، اختصارات اور زیادات نیز ملحقات ہر طرح کی کتب و رسائل شامل ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کے ادب کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ اس کے پیرو فاضل فقہاء نے نہ صرف المبسوط، الکافی اور الاشباہ و النظائر جیسی کئی کئی جلدیں تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، بلکہ ایک ایک مسئلہ پر کئی کتب و رسائل تحریر کیے ہیں، چنانچہ ''فاتحہ خلف الامام، الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ اور وجوب صلوٰۃ الوتر جیسے عوامی اور عمومی موضوعات پر اسلامی کتب خانہ میں متعدد کتب محفوظ ہیں۔

فقہ حنفی اور فتویٰ کی اہمیت

دیگر فقہی مسالک کی طرح فقہ حنفی بھی کئی اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے، جن میں عمومی کتب، کتبِ میراث، کتب الاقتصاد، کتب السیر والجھاد، کتب الفتاویٰ، کتب الاشباہ والنظائر، کتب الاصول اور کتب القواعد وغیرہ شامل ہوتی ہیں، نیز فقہ اسلامی میں قضاۃ (Judges) کے فیصلے بھی محفوظ ہوتے ہیں، جو نہ صرف مسلمانوں کو دینی رہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ وہ دینی ادب کا اہم باب اور علمی ثقافت کا عمدہ نمونہ ہوتے ہیں، جن سے عالمی کتب خانے قائم اور مزین ہیں، نیز وہ عالمی عجائب گھروں (Musuems) کی بھی زینت ہیں۔

فقہ اسلامی کا ایک لازمی جز وفتویٰ ہے۔

فتویٰ ایک دینی حکم یا شرعی فیصلہ ہوتا ہے جو مقررہ صورتِ حال (Given Situation) کے بارے میں حلت وحرمت کا حکم (Verdict) بیان کرتا اور بتاتا ہے۔ فتویٰ عام طور پر چند اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے، چنانچہ درپیش اور مقررہ صورت بیان کرنے والا ''مستفتی'' کہلاتا ہے، جس کے کوائف تحریر ہوتے ہیں۔ مقررہ یا بیان کردہ (مبینہ) کوائف کو ''صورتِ مسئلہ'' کہا جاتا ہے، جو اگرچہ زبانی بھی بیان کی جاسکتی ہے لیکن تحریری فتویٰ یا جواب حاصل کرنا مطلوب ہو تو اس وقت مستفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ صورتِ مسئلہ تحریری طور پر پیش کرے، تاکہ صورتِ مسئلہ واضح ہو، اس کی حدود و قیود متعین ہوں نیز اس استفسار میں مطلوبہ امر واضح ہو، تاکہ فتویٰ جاری کرنے والے (مفتی) کے لیے صورتِ مسئلہ کو بخوبی سمجھ کر جواب یا فتویٰ تحریر کرنا بآسانی ممکن ہو۔ جس عالم انسان سے درپیش مسئلہ کی حلت وحرمت کا سوال یا استفسار (Query) کیا جاتا ہے اور وہ شرعی احکام کی روشنی میں اپنا فتویٰ تحریر کرتا ہے، جس کے مسلمانوں اور اسلامی معاشرے پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اسے فقہی زبان میں ''مفتی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جن وسائل اور ذرائع سے مفتی شرعی احکام معلوم کرتے ہیں، انہیں عموماً مصادر، مآخذ، منابع یا طرق کہا جاتا ہے، جو اصلی (Basic یا Original) بھی ہوتے ہیں اور ثانوی بھی، جن سے براہ راست بھی استدلال کیا جاتا ہے اور بالواسطہ بھی استناد ہوتا ہے۔

اسلامی شریعت میں فتویٰ کا اجراء یا امور کی حلت وحرمت کے احکام دلیل، سند، ثبوت یا کسی مصدر کی داخلی یا خارجی شہادت کے بغیر جاری نہیں ہوتے، نیز ان آراء، افکار، متون اور نصوص کے مابین ایک مضبوط ربط (Strong Link) قائم ہوتا ہے، جو مختلف افکار، آراء اور نظریات کو نہ صرف باہم جوڑتے ہیں بلکہ ان دلائل اور شواہد کو ایک دوسرے کے لیے مثبت انداز میں تقویت کا باعث بھی بنتے ہیں۔ اسی تانے بانے کے باہم تال میل اور جوڑ کو استشہاد کہتے ہیں۔ مزید برآں جن دلائل کو بروئے کار (Apply) لاکر کوئی فقیہ، مفتی یا قاضی کسی مقدمہ یا صورتِ مسئلہ میں صغریٰ، کبریٰ ملا کر اپنی تحقیق کے حق میں فیصلہ صادر کرتا یا

دوسرے الفاظ میں فاضل مفتی اپنا فتویٰ صادر کرتا ہے، انہیں اہلِ علم کی علمی اصطلاح میں ''استدلال'' کا نام دیتے ہیں۔

استدلال واستشہاد انواع واقسام کے ہوتے ہیں، اسی طرح ماہرین کے ہاں ان سے استفادہ کرنے کے متنوع طرق، متعدد اسالیب اور کئی مناھج رائج ہوتے ہیں۔ نقلی مصادر سے استدلال کے طریقے جداگانہ ہوتے ہیں، جب کہ عقلی علوم سے استشہاد کے طرق مختلف ہوتے ہیں ان دونوں کے برعکس عرف وعادت، انسانی اقدار اور استصحاب سے دلائل حاصل کرنے کے بھی مناہج یکسر جداگانہ ہوتے ہیں، نیز عموم بلویٰ کا تعلق چونکہ معاشرتی اقدار سے ہوتا ہے، اس لیے وہ بھی غیر معمولی طریقہ سے جدا استدلال قرار پاتا ہے، تاہم نہ صرف فقہ حنفی ان امور سے استدلال واستشہاد کرتا ہے بلکہ وہ حنفی فقیہ، حنفی مفتی اور حنفی قاضی نیز حنفی حاکم کو بھی ان امور کا پابند بناتا ہے کہ وہ اپنا حکم (Order) جاری کرتے وقت ان تمام اسالیبِ استدلال و استشہاد سے پورا پورا استفادہ کریں اور ان اسالیب میں سے ہر ایک کو بوقت ضرورت اور حسبِ حال استعمال میں لائیں، تاکہ نہ صرف ان سب کا حکم مستند اور مدلل ہو بلکہ ان کا جاری کردہ حکم قابلِ عمل بھی ہو اور اس پر عمل کرنا انسانوں کے لیے آسان بھی ہو۔

ایزد تعالیٰ نے جہاں انسانوں کو نبوت ورسالت، آسمانی کتب وصحف اور اپنے پیغام سے نوازا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل ودانش، فہم وفراست اور شعور نیز برے بھلے میں فرق اور تمیز کرنے کی نعمت سے بھی مالا مال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی استدلال وحی کے ذریعے سے فراہم کیا جاتا ہے، کبھی انسانی عقل وشعور خود استدلال قائم کرتے ہیں۔ جب کہ بسا اوقات استدلال وحی کے ذریعے سے بھی حاصل ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ انسانی عقل ودانش بھی کائنات کی موجودہ اشیاء سے استشھاد تلاش کر لیتی ہیں۔ کیونکہ یہ کائنات اپنے یکتا خالق کے وجود کے شواہد سے بھری پڑی ہے۔ اسی طرح فقہی امور میں بھی کئی استدلال منقول ہوتے ہیں اور وہ اپنے اصلی مصادر سے حاصل کیے جاتے ہیں اور یہ استشھادات عقلی بھی ہوتے ہیں اور وہ انسانی مشاہدے، تجربے اور عمل کے ذریعے سے بھی حاصل ہوتے اور وجود میں آتے رہتے ہیں۔ انہیں مختلف ذرائع، وسائل اور طریقوں کو ''اسالیب'' (Styles) کا نام دیا جاتا ہے جو نہ صرف

ہر علم وفن، ہر مصنف ومؤلف اور ہر فقیہ ومفتی کے اپنے اپنے علم وفن میں جداگانہ درکار ہوتے ہیں، بلکہ ایک ہی ذریعہ علم سے استفادہ کرنے کے اسالیب ہر انسان کے لیے جداگانہ اور مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے مناہج واسالیب بھی لاتعداد ہوسکتے ہیں اور ان سے استفادہ کرنے کے طرق بھی جداگانہ طور پر متعدد ہوتے ہیں، جنہیں انسانی عقل وشعور اور فکر و دانش پروان چڑھاتے رہتے ہیں، جن کی کوکھ سے انسانی علوم وفنون اور فقہ اسلامی کے مختلف مدارس ومسالک اور نظریات جنم لے کر پروان چڑھتے رہتے ہیں۔

فقہ حنفی چونکہ انسانی علم (Human science) کا درجہ رکھتا ہے، اس لیے وہ نہ صرف منقول ومعقول وسائل سے کماحقہ استفادکرتا ہے بلکہ اس کے پیروکار حنفی فقہاء بھی منقول ومعقول علوم سے استفادہ کرنے کے لیے متنوع اسالیب اختیار کرتے رہتے ہیں، جوان کی تصانیف، ان کے فتاویٰ، ان کے فیصلوں سے، ان کے جاری کردہ احکام سے مترشح (Reflect) ہوتے رہتے ہیں۔ نیز یہ سارے اسالیب فقہ حنفی کی نشو ونما اور ترویج واشاعت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، کیونکہ قرآنِ حکیم اور سنتِ نبوی سے صادر ہونے والا کوئی حکم استدلال و استشہاد سے خالی نہیں ہوتا۔ چنانچہ سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 22/اس امر کی عمدہ دلیل ہے کہ اگر اس کائنات میں دو خدا ہوتے تو یقیناً یہ کائنات تباہ وبرباد ہو جاتی۔ یہ ایک عمدہ عقلی دلیل ہے جو توحید ربانی کا درس دیتی ہے۔ اسی طرح سنت یا حدیثِ نبوی سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سوال کیا:

إِنَّ أَبِي كَانَ شَيْخًا كَبِيرًا أَدْرَكَهُ الْحَجّ وَ لَا يَسْتَمْسِكُ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَيُجْزِئُنِي أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ---

''میرے والد گرامی بہت کمزور ہیں، ان پر حج کی ادائیگی فرض ہے، لیکن وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے حج ادا نہیں کرسکتے، لہٰذا کیا یہ کافی ہے کہ میں ان کی طرف سے حج کا فریضہ ادا کرلوں؟''---

اس استفسار کے جواب میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى أَبِيكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِهِ أَمَا كَانَ يُجْزِئُكِ ؟ فَقَالَتْ

بَلٰی ، فَقَالَ علیہ الصلوٰۃ والسلام فَدَیْنُ اللّٰہِ أَحَقُّ وَ أَوْلٰی ---

''اگر تیرے والد گرامی کے ذمہ قرض ہوتا تو کیا ان کے لیے تیری ادائیگی کافی نہ ہوتی؟ اس خاتون نے عرض کیا کہ ہاں! ان کے لیے میری ادائیگی کافی ہوتی، تب آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قرض (حج) کو اس کی طرف سے ادا کرو'' ---

اس حدیث نبوی میں قیاس شرعی کو بطور استدلال و استشہاد استعمال کیا گیا ہے کہ شیخ فانی کے حق میں حج کو حقوق اللہ قرار دیا گیا اور اس کی ادائیگی کو علتِ مؤثرہ (Effective Cause) قرار دیا گیا۔ ان دو نقلی دلائل کو عقلی دلائل کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نقلی اور عقلی دلائل دونوں مل کر استدلال و استشہاد کو باہم مربوط اور مضبوط بناتے ہیں، جن پر اسلامی شریعت اور فقہ اسلامی کا مدار قائم ہے۔

فقہائے اسلام نے یہ طریقہ اسلام کے تشکیلی دور سے ہی اپنا لیا تھا، چنانچہ ڈاکٹر حنیفہ رضی کی تالیف فقہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور فقہ نافع میں استدلال و استشہاد کی متنوع مثالیں ملتی ہیں، جب کہ فقہ اسلامی اور فقہائے اسلام کا یہ امتیاز (Distanction) عصر حاضر تک قائم ہے۔ فتاویٰ رضویہ اور رسائل و مسائل اس کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ یہ حقیقت اس امر کی بین دلیل ہے کہ فقہ کے میدان میں کوئی مسئلہ یا کوئی جزئی نیز کوئی فتویٰ، فیصلہ یا حکم استدلال اور استشہاد (Argumentation And References) سے خالی نہیں ہوتا، یہ اور بات ہے کہ یہ امور عبارت میں بیان ہوں یا مسئلہ کی خلفیت (Back Ground) کا جزوِ لاینفک قرار پاتے ہوں۔

فقہ اسلامی کے ذخیرے میں ''فتویٰ'' کو خاص اہمیت، مقام اور مرتبہ حاصل ہے، کیونکہ فتویٰ کا نظام نہ صرف مسلمانوں کی جدید دینی الجھنیں دور کرتا اور نئی مشکلات کا حل پیش کرتا ہے بلکہ یہ معاصرانہ امور کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے بھی ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ فتویٰ ہی ہے جو نہ صرف ماضی، حال اور مستقبل کے فقہی ادب کو باہم مربوط رکھتا ہے بلکہ فتویٰ کے ذریعے سے وسیع تر فقہی ادب تخلیق ہو کر پروان چڑھتا رہتا ہے۔ جیسا کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر عصر حاضر تک مسلم امہ اس فقہی عنصر سے مالا مال ہے اور جس کا وافر حصہ برصغیر کو بھی حاصل ہے۔

عالمی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام عہد فاروقی میں داخل ہو گیا تھا اور ابتدائی دور میں جو مجاہدین اس خطہ میں وارد ہوئے ان کے لشکروں میں قضاۃ، فقہاء، مفتیان اور صوفیہ کرام بھی شامل ہوتے تھے، جو نہ صرف روحانی ثروت اور سلوک و اخلاق سے متصف ہوتے تھے بلکہ وہ فقہ کی دولت سے بھی مالا مال ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خطہ میں تصوف اور فقہ کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ یہ دونوں انسانی علوم اس خطہ میں ساتھ ساتھ پروان چڑھتے رہے۔ چنانچہ کشف المحجوب، شاہ جو رسالو، مکتوبات امام ربانی، بابا فرید کی کافیاں، حضرت سلطان باہو کی شاعری اس امر کی عکاس ہیں کہ تصوف کے دھنی صوفیہ کرام فقہ کا بھی علم رکھتے تھے، جس کا برملا اظہار انہوں نے اپنی علمی تصانیف میں یادگار چھوڑا ہے۔ یہ موضوع ابھی تک تشنہ ہے اور اہلِ علم کی توجہ کا منتظر ہے۔

اسی طرح جن فقہائے کرام نے برصغیر کے مسلمانوں کو فقہی رموز سکھائے اور علم فقہ کی روشنی میں شرعی احکام بتائے وہ بھی تصوف کی چاشنی سے نہ صرف بخوبی واقف تھے بلکہ انہوں نے تصوف کی روشنی اور فقہی بصیرت کے مطابق انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز کیا اور انہیں اسلامی عبادات کا خوگر بنا دیا۔ یہ فقہی اور متصوفانہ اتحاد نزھۃ الخواطر، الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند، حدائق الحنفیۃ، تذکرہ علمائے ہند، فقہائے ہند، آبِ کوثر، موجِ کوثر اور رودِ کوثر میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ جو ایک دل چسپ مطالعہ ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔

یہ نکتہ بھی لائقِ توجہ ہے کہ برصغیر کے مسلمان علماء نے تمام اسلامی علوم وفنون کی ترویج و اشاعت میں اپنا حصہ شامل کیا ہے اور عالمی سطح پر اپنی اسلامی میراث کا لوہا منوایا ہے۔ تاہم اس خطہ کے عظیم علماءِ کرام نے اسلامی علوم وفنون میں سے تین علوم کو اپنے لیے منتخب کر کے حرزِ جاں بنایا۔ ان میں سیرت النبی، علم فقہ اور علم تصوف شامل دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ ان تینوں دینی علوم وفنون میں مسلمانوں کی نمایاں تصنیفات و تالیفات کو شہرتِ دوام حاصل ہوتی ہے جو نہ صرف عربی، فارسی جیسی اسلامی زبانوں کا شاہکار دینی ادب شمار ہوتی ہیں بلکہ اس خطہ کے اصحابِ قلم و قرطاس نے اردو زبان کو بھی دینی ادب سے بھر دیا اور

مقامی زبانوں میں بھی ان موضوعات پر جدید دینی ادب تخلیق کیا۔

سیرۃ النبی، تصوف اور فقہ تینوں دینی علوم برصغیر کے مسلمانوں میں انتہائی مقبول ہوئے، تاہم ان میں سے ''علم فقہ'' کو انسانی زندگی کا علم ہونے کی حیثیت سے برتری حاصل رہی۔ جب کہ ''علم فقہ'' کی بہت سی برانچوں میں سے ''فتویٰ'' کو روزمرہ کی ضرورت ہونے کی وجہ سے خصوصی توجہ اور مقام و مرتبہ ملا۔ چنانچہ برعظیم جس میں افغانستان، پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، ایشیائی ریاستیں اور مالدیپ وغیرہ شامل ہیں، ان سب میں فتویٰ کا عمل انتہائی مقبول موضوع رہا۔ جس میں بہت سے شاہکار مجامیعِ فتاویٰ مرتب ہوکر منصۂ شہود پر آئے اور مستقبل میں بھی منظر عام پر آتے رہیں گے۔

برصغیر، پاکستان و ہندوستان میں نہ صرف فقہ حنفی میں بیان کردہ اصول و جزئیات پر عمل ہوتا ہے اور مسلمانوں کی غالب اکثریت فقہ حنفی کی پیروکار ہے، بلکہ اس عظیم خطہ میں ''فتویٰ'' بھی عموماً فقہ حنفی کے اصول و قواعد کے مطابق ہی جاری ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالم گیری سے لے کر مولانا مودودی مرحوم کے ''رسائل ومسائل'' تک پر فقہ حنفی کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند نے قدیم وجدید مسائل پر کثیر تعداد میں فتاویٰ جاری کیے، تاہم ان کا تانا بانا اور خام مواد بھی فقہ حنفی سے ہی حاصل کیا گیا ہے اور دیگر فقہی مسالک کی طرف کم ہی توجہ مبذول ہوئی ہے۔ اگرچہ فتاویٰ ثنائیہ بھی اسی عہد کی ایک نمایاں فتویٰ نویسی ہے، تاہم وہ علمی اور دینی حلقوں میں زیادہ مقبول اور متداول نہیں رہی۔

فتاویٰ نوریہ اور صاحبِ فتاویٰ نوریہ

ماضی قریب کے جس مجموعہ فتاویٰ کو قبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہوا، وہ ایک درویش منش فقیہ اور علم فقہ کے کوہِ گراں کی سعیٔ بلیغ اور شبانہ روز علمی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جو نہ صرف عالم بے بدل تھے بلکہ اپنی زندگی میں یقیناً وہ حنفی فقہ کے قوی ستون تھے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ پندرھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی تک فقہ حنفی نشو و نما پا کر قدآور درخت بن چکا تھا اور اس کی شاخوں، برگ و بار اور ثمرات سے برصغیر کے حنفی مسلمان خوب خوب

استفادہ کررہے تھے، لیکن فقہ انسانی زندگی کا علم ہونے کی وجہ سے سدا تروتازہ رہتا ہے اور اس میں نہ صرف ''ھَلْ مِنْ مَّزِیْد'' کی طلب اور تڑپ قائم رہتی ہے، بلکہ مسلمانوں کو جدید پیش آمدہ فقہی امور میں بھی سابقہ مصادر و مآخذ کے متون کی نئی تشریح و تعبیر درکار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شرعی طلب کی تکمیل کے لیے ہر عہد اور ہر دور میں ماہرینِ فقہ اور شناورانِ علم و دانش یہ خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔

برصغیر میں قیام پاکستان کے بعد جن شہ سوارانِ علم و دانش نے اس نوزائدہ ریاست کے مسلمانوں کی بڑھ چڑھ کر خدمت کی، ان میں ایک درخشاں نام فقیہ عصر، معلم دہر اور صوفی رہبر حضرت مولانا شیخ الفقہ ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی القادری (1332ھ/1914ء تا 1403ھ/ 1983ء) کا ہے، جو عموماً فقیہ اعظم کے عالی لقب سے معروف ہیں۔ اس تحریر میں انہیں ''فاضل مفتی'' کے رفیع لقب سے ذکر کیا جائے گا۔ مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف دینی علوم کے شناور تھے بلکہ انہیں علم ہیئت، علم جغرافیہ اور علم ریاضی میں بھی کمال حاصل رہا ہے، وہ نہ صرف تصوف و سلوک کے ارفع منصب پر فائز ہوئے بلکہ وہ اپنے پیر و مرشد صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م 1367ھ/ 1948ء) کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قریباً پچاس سال تک مسند درس و تدریس پر متمکن رہے۔ انہوں نے نہ صرف ملک میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور کی بنیاد رکھی بلکہ وہ تعمیر پاکستان میں بھی برابر شریک رہے۔ جب تنظیم المدارس عربیہ اسلامیہ قائم ہوئی تو وہ نہ صرف اس علمی تنظیم (Organization) کے رکن رکین رہے بلکہ وہ اپنی وفات تک اس تنظیم کے سینئر نائب صدر بھی رہے۔ انہوں نے تحریکِ ختم نبوت، تحریکِ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تحریکِ اسلامی نظام کے نفاذ میں بھی عملی حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ مرحوم نہ صرف اہلِ سنت کی ایک توانا آواز تھے اور دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں ہمیشہ پیش پیش رہے بلکہ وہ تصوف و سلوک کے بلند پایہ عامل بھی تھے۔ وہ نہ صرف مختلف سلاسلِ تصوف سے وابستہ تھے بلکہ وہ ان سلاسلِ تصوف کے مقررہ اوراد و وظائف بھی باقاعدگی سے بجالاتے تھے، بلکہ وہ مختلف سلاسل میں اپنے اسلاف سے خلافت یافتہ بھی تھے اور فرزندانِ توحید سے سلسلہ قادریہ

میں بیعت بھی لیا کرتے تھے اور آج بھی ان کے ہزاروں مرید اور عقیدت مند اُن کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور ان سے کسبِ فیض کرتے ہیں۔ ان سب مصروفیات کے دوش بدوش وہ انتہائی سچے عاشق رسول بھی تھے، جو ان کی زندگی کا عظیم سرمایہ ہے۔

مولانا ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف خود عشقِ رسول، محبتِ رسول اور مدحِ رسول کی نعمت سے سرشار تھے بلکہ وہ اپنے مریدین، متوسلین اور پیروکاروں کو بھی سدا اتباعِ رسول اور پیرویٔ سنتِ نبوی کا درس دیتے رہے۔ ان کے معمولات، نعتیہ اشعار و کلام اور شب و روز کی مصروفیات کا بغور جائزہ لینے سے یہ گماں ہوتا ہے کہ ''ہتھ کار وَل تے دل یار وَل'' کا مصداق تھے۔ وہ بظاہر پاکستان (بصیر پور) میں مشغولِ کار ہوتے تھے لیکن ان کا قلب ہمیشہ مدینہ منورہ (سعودی عرب) کی طرف متوجہ رہتا تھا۔ چنانچہ نہ صرف ان کی شاعری عشق و محبتِ رسول سے پُر ہے اور ان کا ہر ہر شعر عشق رسول میں ڈوبا ہوا ہے اور وہ محبتِ رسول کا درس دیتا ہے بلکہ اس لگنِ رسول کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے متعدد حج اور عمرے ادا کیے، جو درحقیقت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کا ٹھوس ذریعہ بنتے تھے۔ کیونکہ انہیں روضۂ رسول پر درسِ حدیث دینے اور فقہی مسائل پر گفتگو کرنے کا بھی لافانی شرف (Honour) حاصل ہے، جو قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔

ان گوناگوں مصروفیات، اسلامی عبادات میں مشغولیت، تصوف و سلوک کے اوراد و وظائف پڑھنے، دارالعلوم کے انتظامی امور سرانجام دینے، دینی تحاریک میں عملاً شرکت کرنے اور مریدین کو روحانی تربیت اور رہنمائی فراہم کرنے کے باوجود آپ نے نہ کبھی کوئی سبق (Lesson) بلا تیاری پڑھایا اور نہ ہی کبھی پچاس سالہ تدریسی عرصہ میں سبق پڑھانے سے اجتناب کیا اور نہ ہی کبھی سبق کا ناغہ کیا۔ بلکہ ان کی یہ بات بھی زبان زدِ خواص و عوام ہے کہ وہ پڑھائی میں ناغہ کے قائل ہی نہیں تھے۔ بلکہ وہ جیل میں قید ہونے کے باوجود باقاعدگی سے سبق پڑھایا کرتے اور درسِ حدیث دیا کرتے تھے اور وہ منتہی طلبہ کو دورۂ حدیث کے کٹھن اسباق بھی پڑھایا کرتے تھے۔

ان تابڑتوڑ اور جانکاہ مصروفیات کے باوجود انہوں نے نہ صرف تصنیف و تالیف

کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ زمانۂ طالب علمی سے اپنی عمر کے آخری حصہ تک جاری رکھا، بلکہ نظم ونثر میں وافر مقدار میں اپنا تحریری سرمایہ بھی یادگار چھوڑا، جس میں کتبِ احادیث کی شروح، حواشی، فقہی کتب، سفرنامے، دواوین شعر، دارالعلوم کی سالانہ رودادیں، اخباری بیانات، خطبات اور تقاریر وغیرہ شامل ہیں، جو طبع ہو کر اہلِ علم سے خراجِ عقیدت وصول کر رہی ہیں اور مسلمانوں کو رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

فتاویٰ نوریہ، فقہ حنفی کا شاہکار خزینہ اور عظیم فقہی موسوعہ

فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تحریروں کا سرسری مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ حدیث نبوی کے بعد فقہ حنفی ان کی مہارت (Expertise) کا کھلا میدان تھا، جس کی وہ نہ صرف عمر بھر تدریس کا عمل سرانجام دیتے رہے بلکہ باقاعدگی سے وہ فتاویٰ نویسی بھی کرتے رہے اور وہ اپنے جاری کردہ متنوع فتاویٰ کو نہ صرف محفوظ کرتے رہے بلکہ ان کی علمی، دینی، سماجی اور معاشرتی قدر و قیمت سے بخوبی آگاہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے ان کی طباعت واشاعت کا بھی پورا پورا اہتمام کیا۔ چنانچہ ان کی جانب سے جاری ہونے والے فتاویٰ نہ صرف ہم عصر علمی رسائل وفکری مجلّات کی زینت بنتے رہے۔ بلکہ ان کے فتاویٰ کی پہلی دو جلدیں ان کی زندگی میں ''فتاویٰ نوریہ'' کے نام سے طبع ہو کر عام ہو چکی تھیں اور اہلِ فکر و دانش سے خراجِ تحسین وصول کر چکی تھیں، جب کہ بقیہ چار جلدیں ان کی وفات (1983ء) کے بعد ان کے نامور فرزندان کی علمی، دینی اور روحانی میراث کے جانشین اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے مہتمم محترم مولانا محمد محبّ اللہ نوری کی کوششوں سے علمی اضافوں اور نظر ثانی کے بعد زیورِ طبع سے آراستہ ہوئیں۔ چنانچہ فتاویٰ نوریہ کی یہ جلدیں اب تک منصۂ شہود پر آکر مفتیانِ کرام، اہلِ علم اور اصحابِ فکر و دانش کی توجہ اور مطالعہ کا محور بنی ہوئی ہیں۔ واضح رہے کہ ''فتاویٰ نوریہ'' کی پہلی جلد پہلی بار 1974ء میں چٹان پریس لاہور سے طبع ہوئی، جب کہ اس مجموعہ فتاویٰ کی پانچویں اور چھٹی جلد یکجا ہو کر 1990ء میں گنج شکر پریس لاہور سے طبع ہو کر عوام تک پہنچی۔ اس طرح یہ مجموعہ فتاویٰ اٹھارہ سال کی طویل مدت میں طبع ہوا، نیز اب تک اس فتاویٰ کی متعدد قیمتی طباعتیں منصۂ شہود پر آکر مقبولیت کے جھنڈے گاڑ چکی ہیں۔

فتاویٰ نوریہ فقہ اسلامی کا مربوط اور فقہ حنفی کا ایک شاہکار خزینہ ہے، جو پانچ جلدوں، ساڑھے تین ہزار سے زائد صفحات اور نو سو سے زائد استفسارات (Queries) اور 15/رسائل پر مشتمل ہے جس کی جلدوار تفصیل یہ ہے:

	جلد اوّل	جلد دوم	جلد سوم	جلد چہارم	جلد پنجم اور ششم (یک جا)	ٹوٹل
صفحات	792	776	672	616	672	3528
مسائل	609	600	592	435	298+392	2926
استفسارات	174	241	203	190	84+49	941
رسائل	7	3	2	X	3	15

یہ مجموعہ فتاویٰ درحقیقت انسانی زندگی کے ہر نوع کے مسائل سے بحث کرتا ہے، کیونکہ اسلامی شریعت اور فقہ اسلامی کا اپنے آغاز سے ہی یہ مزاج رہا ہے کہ وہ عقائد و اخلاق کے علاوہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ چنانچہ فقہ اسلامی عموماً عبادات، مناکحات، معاملات، حقوق و فرائض اور جنگ و امن کے مضامین سے بحث کرتا ہے، نیز اس میں عالمی تجارت، بین الاقوامی، عالمی قوانین اور بین الریاستی معاہدات بھی زیر بحث لائے جاتے ہیں، جب کہ فتاویٰ نوریہ کے فاضل مفتی اور اس کے عظیم مرتبین نے اس مجموعہ فتاویٰ کی جلد پانچ میں 'کتاب العقائد' شامل کی ہے، جو آخری جلد کے صفحہ 67 سے صفحہ 214 تک 147 صفحات پر مشتمل ہے۔ فاضل مفتی نے 'کتاب العقائد' کے ضمن میں توحید، نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ، عظمتِ مصطفیٰ، قرآنِ کریم، ملائکہ، حساب و کتاب، موت و حیات، قیامت، حشر و نشر، شفاعت اور مسائلِ روح بیان کیے ہیں۔ مسلمانوں کے فقہی ادب کا ابتدا سے انتہا تک بغور جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عقائد اور اخلاق دونوں ''علم فقہ'' کا حصہ نہیں ہوتے، تاہم علم العقائد کے مختلف موضوعات اور اجزاء غالباً اس لیے فتاویٰ نوریہ میں شامل کیے گئے ہیں کہ مسلمانوں کو ان بنیادی اسلامی عقائد کا خوگر بنایا جائے تا کہ ان کے درست عقائد پر ان کے نیک اعمال کی عمارت کو استوار کیا جا سکے، نیز برصغیر کے

کلامی ادب (Theological Literature) میں ان مسائل کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے اور فاضل مفتی ان عقائدی امور کو بیان کر کے غالباً اپنا مؤقف واضح کرنا چاہتے ہوں۔ مزید برآں مفتی تو اپنی مہارت اور پیشے (Profession) کے حوالے سے اس امر کا پابند ہوتا ہے کہ اس سے جو بھی استفسار کیا جائے یا فتویٰ پوچھا جائے وہ اسلامی شریعت کی روشنی میں اس کی حلت وحرمت کے احکام بیان کر دے، نیز اسی طرح فتویٰ جاری کرنے کا یہ بنیادی تقاضا بھی ہوتا ہے کہ کوئی مستفتی موجود ہو اور وہ معینہ صورتِ حال (Situation) فاضل مفتی کے سامنے پیش کرے، نیز یہ امر بھی قرینِ قیاس ہے کہ فاضل مفتی نے کسی سوال کے جواب میں اپنا مؤقف (Point of View) بیان کیا ہو اور فاضل مرتبین نے اسے فتاویٰ نوریہ میں شامل کر دیا ہو، جیسے مجموعہ فتاویٰ ابنِ تیمیہ میں فقہی مسائل کی روش سے ہٹ کر عقائد و اخلاق کو بھی جزوِ فتاویٰ بنایا گیا ہے۔ اس حوالے سے غالباً یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ فقہ اسلامی کا مواد نقلی بھی ہے اور عقلی بھی۔ اسی لیے فقہ اسلامی کو انسانی علم کہا جاتا ہے، جس میں کمی بیشی اور حک واضافہ (Addition And Delition) ہوتا رہتا ہے، کیونکہ اہلِ علم کا یہ پختہ یقین ہے کہ لا مناقشة في الاصطلاح ''اصطلاحات سازی میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا''۔ لہٰذا فاضل مفتی اور فتاویٰ نوریہ کے نامور مرتبین اپنے اثاثہ اور اپنی تخلیق کو جیسے چاہیں مرتب کر کے پیش کریں۔

فتویٰ نویسی کے اصول و ضوابط

''فتویٰ'' ایک ایسا فقہی باب ہے جس کے اپنے اصول وضوابط ہوتے ہیں، جن کی پابندی اور پیروی فاضل مفتی پر لازم ہوتی ہے۔ ان میں سے چیدہ چیدہ اہم امور یہ ہیں جو فتویٰ نویسی کے چند اجزاء ہوتے ہیں، جیسے:

1. مستفتی وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی شرعی مشکل یا دینی مسئلہ بیان کر کے اس کے بارے میں حلت وحرمت (Legalify Of Illegalify) معلوم کرنا چاہتا ہے، جس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خارج میں موجود ہو اور اس کی شخصیت کی پوری شناخت (Identity) بھی معلوم ہو۔

❷ وہ اپنے دینی سوال کو واضح طور پر بیان کرے، استفسار میں نہ صرف مطلوبہ نکتہ واضح طور پر پوچھا جائے اور اس میں کوئی ابہام نہ ہو، تاکہ فاضل مفتی مسئولہ مسئلہ کا تسلی بخش اور واضح جواب فراہم کر سکے۔

❸ مسئولہ نکتہ کا تعلق براہِ راست انسانی زندگی کے ظاہری پہلوؤں سے ہو اور پیش کردہ سوال میں ایسے امور نہ پوچھے جائیں جن کی حقیقت اور ماہیت سے عموماً انسان واقف نہیں ہوتے۔

❹ وہی دینی اور شرعی مسئلہ دریافت کیا جائے جو معلوم نہ ہو، ورنہ تحصیل حاصل اور وقت کا ضیاع ہوگا۔

❺ دینی اور شرعی امور انہیں اصحابِ علم و دانش سے دریافت کیے جائیں جو ان مسائل میں مہارت رکھتے اور قابلِ اعتبار ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ o---[الانبیاء،۲۱:۷]

کہ جو کچھ آپ کو معلوم نہ ہو وہ اہلِ علم سے معلوم کرو کہ نا اہل لوگوں سے سوال کرو گے تو ''نیم ملا خطرۂ ایمان'' کے مرتکب ہو کر خائب و خاسر ہو گے۔

❻ جب کسی فاضل مفتی سے شرعی نکتہ دریافت کیا جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے منصب و پیشہ کی حرمت (Sanctity) کو برقرار رکھتے ہوئے پوری امانت و دیانت سے جواب فراہم کرے ورنہ وہ خیانت کا مرتکب ہوگا اور خائنین افراد اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں۔

❼ فاضل مفتی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مسئولہ امر کا جواب اپنی ذاتی رائے کے مطابق نہ دے بلکہ وہ متونِ شرعیہ سے استدلال و استشہاد کر کے اپنا جواب مدلل انداز میں تحریر کرے تاکہ اس میں کوئی شبہ اور ابہام باقی نہ رہے۔

❽ وہ اپنے نکتہ نظر کو بھی اسلامی ادب کے بنیادی مآخذ سے اخذ کرے اور ان کے حوالہ جات بھی مروّجہ اسلوب سے پوری ذمہ داری سے تحریر کرے تاکہ اس کے جوابِ تحقیق کو عدل کے ترازو میں تولا جا سکے۔

❾ نیز فاضل مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جدید اور حساس موضوعات کے استفسار پر

فتویٰ جاری کرتے وقت متوازن اور قابلِ عمل (Balanced And Practicable) رویہ اختیار کرے، اس کے فتویٰ میں کسی قسم کی بے جا سختی اور ہٹ دھرمی، تشدد یا انا (Ego) کا کسی بھی قسم کا شائبہ یا عمل دخل نہ ہو۔

⑩ مزید برآں فاضل مفتی کے فتویٰ سے دلائل اور استشہاد اس قدر حقیقی، اصلی، قوی، مضبوط اور پختہ ہوں کہ ان کی صحت، صداقت اور دلالت (Argumentaion) پر نہ انگلی اٹھائی جاسکے اور نہ ان کا انکار ممکن ہو، بلکہ اسے انسانی عقل و دانش بھی قبول کرتی ہو اور قانونِ فطرت بھی۔

مندرجہ بالا حقائق و شواہد کی روشنی میں جب ہم فتاویٰ نوریہ کا بغور مطالعہ اور تجزیہ (Analytical Study) کرتے ہیں تو ہم اسے ان امور میں صادق و امین اور ان شرائط و کوائف کے اس حد تک مطابق پاتے ہیں کہ وہ علمی شاہکار یہ سب امور پر پورا اترتا ہے، چنانچہ اس میں مجموعہ فتاویٰ ہونے کی داخلی اور خارجی قوت بذاتِ خود موجود ہے۔ چنانچہ اس مجموعہ فتاویٰ میں شامل ہر فتویٰ نہ صرف ان امور کو پورا کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے بلکہ یہ مجموعہ فاضل مفتی کی کامل دینی بصیرت اور مکمل شرعی مہارت پر وسیع سماجی فراست کا مظہر ہونے کی بنا پر اس میں مذکورہ دینی امور میں تحقیق و جستجو کے نئے دروازے کھولتا ہے، بلکہ وہ انسانوں کو دینی شعور کے حوالے سے نیا فہم (Vision) اور جدید طرزِ ادراک فراہم کرتا ہے، جس کا اظہار دینی ادب میں شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

فتاویٰ نوریہ کے اسالیبِ استناد و استدلال

تاہم اَلسُّوَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ کہ ''تحقیق و تفتیش اور کھوج و جستجو آدھے علم کا درجہ رکھتی ہے''، جب تک ہم کسی بھی علمی کاوش اور دینی تصنیف و تالیف کو تحقیقی مناہج اور علمی اسالیب کے مطابق نہ پرکھیں اور جانچیں، اس وقت تک اس کی خصوصیات، امتیازات، خوبیاں، اچھائیاں، نقائص، خرابیاں، کمیاں اور کجیاں کھل کر ہمارے سامنے نہیں آتیں، اس لیے ہم آئندہ سطور میں ''فتاویٰ نوریہ'' کے اسالیبِ استناد، استشہاد و استدلال کا تحلیلی اور تجزیاتی انداز میں جائزہ لینے کی انسانی کوشش کریں گے۔

جب ہم ''فتاویٰ نوریہ کے اسالیبِ استناد و استدلال'' کا ذکر کرتے ہیں تو اس وقت ہم اس عملی اور دینی کاوش کے بعض امور کا علمی انداز میں تحلیلی اور تجزیاتی مطالعہ کرتے ہیں۔ تاہم ان امور کی نشان دہی کرنے سے پہلے ہم یہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ ہم اسالیب، استناد و استدلال جیسی دینی و علمی اصطلاحات کی عصری اسلوب میں وضاحت کریں تا کہ قاری کو نہ صرف موضوع کا دائرۂ کار (Scope) معلوم ہو جائے بلکہ ان اصطلاحات کے معانی اور مفاہیم کے ساتھ ساتھ وہ اس امر سے بھی آگاہ ہو سکیں کہ ہم اس تحریر میں کیا بیان کر رہے ہیں؟

اسالیب عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا واحد اسلوب ہوتا ہے، جس کا معنی وہ طریقہ، وہ انداز، وہ منہج اور وہ طرز ہوتا ہے جو فاضل مصنف اپنے دلائل، اپنے دلائل کے مصادر و مآخذ اور اپنے دلائل کے پیش کرنے کے لیے میسر طرق میں سے کوئی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مناہجِ تحقیق (Research Methodology) میں تحقیق کے بہت سے طرق متداول ہوتے ہیں، جیسے تاریخی منہج، تحلیلی و تجزیاتی منہج، بیانیہ اسلوب، نیز استقرائی اسلوب وغیرہ۔ ان میں سے فاضل مصنف نے اپنے دلائل میں کون سا طریقہ اپنایا اور اختیار کیا ہے؟ چنانچہ کوئی بھی فاضل مفتی یا فقیہ کسی بھی قرآنی آیتِ مبارکہ کو اپنے دلائل میں بروئے کار لاتا ہے تو اس نے اس آیت کریمہ سے استدلال قائم کرنے کے لیے ماہرین اصولِ فقہ کے ہاں مروّجہ چاروں طرق: عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص یا اقتضاء النص میں سے کون سی قسم کو اپنے دلائل کا حصہ بنایا ہے، نیز کسی فقہی مسئلہ کا حل پیش کرنے کے لیے فاضل فقیہ نے نقلی دلیل کو ترجیح دی ہے یا عقلی دلیل کو اختیار کیا ہے یا ان دونوں پر برابر انحصار کیا ہے، کیونکہ استشہاد اور استدلال فتویٰ پر براہِ راست اثر انداز ہو کر اس کی قدر و قیمت متعین کرتے ہیں نیز اس کی قبولیت کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

استناد بھی عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا اصل مادہ ''س ن د'' ہے، جس کا معنی اور مطلب تکیہ پر ٹیک لگانا، بھروسہ کرنا، اعتبار کرنا، دلائل بیان کرنا یا بہت سے میسر مواد یا مراجع میں سے کسی ایک مرجع یا مواد کو دیگر مراجع پر ترجیح دینا اور دیگر مراجع و مواد کو ترک کر دینا یا حسبِ حال اور حسبِ ضرورت اسے ترک کر دینا، نیز کسی بھی موضوع کے حوالے سے اہلِ علم کے پہلے سے

مسلمہ اور مقررہ مصادر و منابع کی پیروی کرنا ہے، اصولِ فقہ کے بانیوں نے یہ اصول وضع کر رکھا ہے، جس کا مواد حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا گیا ہے کہ حیاتِ انسانی کے حوالے سے جب بھی کوئی فقہی مسئلہ یا شرعی مشکل درپیش آئے تو سب سے پہلے قرآنِ حکیم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ جس کا مطلب و منشا یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کتابِ الٰہی ہونے کے حوالے سے اصل الاصول (Fundamental Source) ہے لٰہذا نہ کوئی فقہی مسئلہ قرآنی رہنمائی کے بغیر حل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی فتویٰ قرآنی حکم کے بغیر صادر کیا جا سکتا ہے۔ گویا کوئی فقہی حکم قرآنی ہدایت کے علاوہ صادر نہیں ہو سکتا، اس کو اصطلاح میں استناد کہتے ہیں، جس کی اپنی علمی قدر و قیمت ہوتی ہے۔

استدلال بھی باب استفعال سے عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا اصلی مادہ (دال، لام اور لام) (دلّ) ہوتا ہے، جس کے معانی میں رہنمائی کرنا، راستہ دکھانا، منزل مقصود کی طرف کی نشان دہی کرنا وغیرہ شامل ہوتے ہیں، چونکہ عربی زبان میں باب استفعال کا ایک خاصہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس باب کے ذریعے سے کوئی چیز تلاش کی جاتی ہے یا کسی امر کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، لٰہذا استدلال کا مقصد و منشا یہ ہوتا ہے کہ محقق یا مصنف نے اپنے مطالعہ، اپنی فہم و فراست اور اپنی فکر و دانش کی روشنی میں اپنی ایک رائے قائم کی ہے یا کسی موضوع پر پہلے سے موجود و متداول آراء، نظریات اور افکار میں سے کسی ایک پہلو کو ترجیح دی ہے۔ ایسا کرتے وقت وہ محقق یا مصنف نہ صرف اکیلا اور تنہا ہوتا ہے بلکہ اس کی رائے یا نظریہ بھی نیا اور منفرد (Rare And Unique) ہوتا ہے، اس لیے محقق یا مصنف کو یہ خدشہ لاحق ہوتا ہے کہ اس کے پیش کردہ نظریہ یا رائے کو اَلْقَلِیْلُ کَالْمَعْدُوْمِ کے قاعدے کے مطابق کسی طرح مسترد نہ کر دیا جائے بلکہ اسے قبولیت کا درجہ حاصل ہو جائے، اس لیے وہ اپنے نظریہ کی تائید میں دیگر اہلِ علم کی آراء کا سرگرمی سے متلاشی ہوتا ہے۔ لٰہذا محقق یا مصنف کی اس جستجو یا تلاش کو ہم استدلال سے تعبیر کرتے ہیں تاکہ وہ محقق یا مصنف دیگر اصحابِ فکر و دانش کی آراء اور حتمی طور پر منقول دلائل سے اپنے نظریہ (Theory) یا رائے (Opinion) کی توثیق و تائید اور تاکید میں لا کر اپنے نظریہ یا رائے کو اس قدر قوی اور مضبوط کرے کہ اسے قبولیتِ عام کا

درجہ حاصل ہو جائے۔

''استدلال'' درحقیقت دلائل و براہین اور شواہد و بینات کی وہ عظیم قوت ہوتی ہے جو نہ صرف التشاور برکۃ کے مصداق تحقیق و جستجو کے نئے زاویے فراہم کرتی ہے بلکہ کسی نئی رائے یا جدید نظریہ کی توثیق و تائید بھی فراہم کرتی ہے، تاکہ اصحابِ فکر و دانش کے متنوع تجربات و مشاہدات اور متعدد آراء اور دلائل سے جدید نظریہ یا حالیہ قائم کردہ انفرادی امر کو عالمی درجہ (Global Status) عطا کرتی ہیں، بلکہ وہ جدید امور کی پختگی اور رائے کی درستگی کی بھی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ نیز ان دلائل کی تائید و توثیق سے نئی سوچ کو بھی اہلِ علم کے ہاں ایک نظریہ یا متعلقہ موضوع پر ایک مقام و مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور مستقبل کے محققین بھی اس نظریہ پر توجہ دیتے ہیں۔

یوں اس فکری عمل (practical Process) سے گزر کر اور دلائل کی کسوٹی پر پرکھے جانے اور استدلال کی راہ سے گزرنے کے بعد عملی آراء اور جدید نظریات عملی دنیا میں رائج ہو کر علمی، تحقیقی اور فکری انقلاب برپا کرتے ہیں، جو انسانوں کے لیے خضر راہ بن کر ان کے مسائل کا حل اور ان کی مشکلات کا تریاق فراہم کرتے ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ ہر مفتی، ہر فقیہ، ہر قاضی اور مصنف نیز ہر حاکم اپنے امور و افکار کو ''استدلال'' کی قوت سے آراستہ کریں، تاکہ ان کی تخلیقات (Products) کو عوام میں قبولیت کا درجہ حاصل ہو، لہٰذا اہلِ علم کی رائے میں کسی بھی سنجیدہ تحریر کا استشہاد و استدلال سے مزین ہونا ازبس ضروری ہے۔

اس امر کی ضرورت میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب وہ تحریر فتویٰ، حکم یا امر و نہی ہو، کیونکہ یہ فرامین نہ صرف شرعی حلت و حرمت کا حتمی فیصلہ کرتے ہیں بلکہ وہ دنیوی امور میں بھی انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، کیونکہ جس طرح فاضل مفتی کے فتویٰ سے میاں بیوی کے نکاح و طلاق کا فیصلہ ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے ازدواجی تعلق کے حوالے سے جائز و ناجائز قرار پاتے ہیں، بعینہٖ اسی طرح قاضی کے فیصلے اور حکمران کے حکم سے کسی بھی انسان کی جان بخشی ہو سکتی ہے یا اسے پھانسی کے گھاٹ پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ اس لیے ان سنجیدہ اور فیصلہ کن (Decisive) تحریروں کو دلائل و شواہد اور براہین و بینات ہی

عادلانہ یا غیر عادلانہ بنانے کا درجہ عطا کرتے ہیں، اس لیے لازم ہے کہ ایسی تحریریں جو افراد و ملل اور قبائل و اقوام کے عروج و زوال کا سبب بنیں، وہ پختہ دلائل اور قوی براہین سے مزین ہوں، جب کہ ایسے فیصلہ کن امور میں فتویٰ بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے، اس لیے لازم ہے کہ ہر مفتی کا ہر ہر فتویٰ استشہاد و استدلال کا مرقع ہو۔

بظاہر استناد و استشہاد اور استدلال ایک سکہ کے دو پہلو معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ یہ دونوں ہی اپنے مقصد و مدعا کے لحاظ سے جدید رائے اور نئے نظریہ کو دلائل و شواہد کے ذریعے سے قوت، مضبوطی، گہرائی اور گیرائی عطا کرنے اور اسے قابلِ عمل ہونے میں معاونت فراہم کرتے ہیں۔ تاہم ان دونوں میں یہ فرق ہوتا ہے کہ استدلال عام ہے جب کہ اس کے مقابلے میں استناد خاص معلوم ہوتا ہے، کیونکہ عموماً استشہاد اس حقیقت سے کیا جاتا ہے جس کا خارج میں وجود قائم ہو، گویا وہ عملی دلیل و برہان ہوسکتی ہے جو مادی طور پر اپنا وجود رکھتی ہو اور بوقتِ ضرورت اسے پیش کیا جاسکتا ہو، اس لیے قرآن و حدیث، فقہ و لغت، نیز تاریخ و ادب کی کتب، رسائل و مجلّات میں طبع ہونے والے تحقیقی مضامین و علمی مقالات اداروں کی سالانہ رودادیں، قلمی مخطوطات، مکاتیب اور عجائب خانوں میں موجود نوادر، اشعار اور یادداشتیں، نیز سفرنامے بھی مطبوعہ شکل میں اپنا خارجی وجود رکھتے ہیں، اس لیے وہ سب بطور استشہاد و استناد استعمال ہوسکتے ہیں، جب کہ فتاویٰ نوریہ کا اکثر مواد اسی ضمن میں آتا ہے، کیونکہ فاضل مفتی نے فتاویٰ جاری کرتے وقت قرآن و سنت، اجماع اور فقہی آراء پر زیادہ تر انحصار کیا ہے اور اس مجموعہ کی مطبوعہ پانچ جلدوں میں شاید ہی ایسا کوئی فتویٰ تلاش کیا جاسکے جس میں بنیادی مصدر کے حوالہ جات تحریر نہ ہوں۔

اس کے مقابلے میں ''استدلال'' غالباً عام ہے، کیونکہ اس کا تعلق ان دلائل (Arguments) سے ہوتا ہے جو نقلی بھی ہوتے ہیں اور عقلی بھی۔ مزید برآں فقہ حنفی نہ صرف عقلی اور نقلی دلائل سے استفادہ کرتا ہے، بلکہ وہ انسانی قدروں، معاشرتی رسوم و روایات، عرف و عادت، استصواب، عموم بلویٰ اور علاقائی رواج کو بھی بہت اہمیت اور اعلیٰ درجہ دیتا ہے۔ چنانچہ العرف کالنص اس کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اس لیے یہ سب امور بالواسطہ یا بلاواسطہ دلائل کا حصہ بن کر

''استدلال'' کے دائرے میں شامل ہوتے ہیں۔ اس تناظر میں ''فتاویٰ نوریہ'' کا گہرا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ فاضل مفتی نے انواع و اقسام کے دلائل سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ ان کے فتاویٰ میں جابجا نقلی و عقلی دلائل کے دوش بدوش فقہ حنفی کے انسانی مصادر (Human Sources) بکثرت استعمال ہوئے ہیں، جو بجا طور پر جدید تحقیقات اور نئے مطالعات کا موضوع بن سکتے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید، سنتِ نبوی، فقہی آراء، عقلی دلائل، سائنسی ایجادات اور جدید انسانی اکتشافات کی قبولیت اور عدم قبولیت کا اعتماد و انحصار شواہد و دلائل پر ہی ہوتا ہے، جو استشہاد و استدلال کے نظام کے تحت پیش کیے جاتے ہیں۔ جو تحریریں، نظریات، آراء، مفروضے اور عندیے اس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں اور ان پر دلائل و شواہد کی سنجیدگی اور پختگی غالب ہوتی ہے وہی امور عموماً عوام میں قبولیتِ عامہ کا درجہ حاصل کرتے ہیں اور اگر یہ امور ان مستحکم دلائل و شواہد اور براہین و بینات سے مزین نہ ہوں تو ایسے امور کو عموماً نہ صرف مسترد کر دیا جاتا ہے بلکہ وہ عالمی حافظہ (Global Memory) سے بھی مٹ جاتے ہیں۔ غالباً (Survival of The Fittest) کے مطابق ''احسن و انسب عنصر ہی ہمیشہ زندہ رہتا ہے'' کا محاورہ اسی صورتِ حال کو واضح کرنے کے لیے ایجاد ہوا ہے۔

فقیہ اعظم اور وسعتِ مطالعہ

ان علمی و فکری حقائق کی روشنی میں جب ہم حنفی فقہ کے شاہکار، دینی معلومات کے خزینہ اور فقہی موسوعہ ''فتاویٰ نوریہ'' کا سرسری مطالعہ کرتے اور اس کے مندرجات کا تحلیلی، تجزیاتی اور تنقیدی جائزہ لیتے ہیں تو ہم اس مجموعہ کو مذکورہ بالا معیارات (Critaria) پر پورا اترتا ہوا پاتے ہیں۔ چنانچہ فاضل مفتی نے قریباً تین ہزار استفسارات کے چھوٹے بڑے جوابات تحریر کرتے اور فتویٰ صادر کرتے وقت اپنے ہر ہر فتویٰ میں نہ صرف مذکور مصادرِ چہارگانہ سے کما حقہ استفادہ کیا ہے بلکہ انہوں نے اپنے فتاویٰ اور اپنی مختار آراء و نظریات کی توثیق و تائید میں قدیم و جدید دینی اور فقہی مصادر سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور فاضل مفتی نے اپنے فتاویٰ میں جابجا فقہی عبارات عربی، فارسی وغیرہ میں نقل کی ہیں، ایسا کرتے وقت فاضل مفتی نے نہ صرف

فقہ حنفی کے اصلی مصادر سے بھرپور استفادہ کیا ہے بلکہ انہوں نے فقہ شافعی، فقہ مالکی، فقہ حنبلی، فقہ جعفری، فقہ ظاہری اور غیر مقلد فقہاء کرام کی تصانیف، آراء، افکار اور نظریات کا بھی اپنے فتاویٰ میں جابجا حوالہ دے کران کی توثیق یا تردید کی ہے۔ اس طرح ''فتاویٰ نوریہ'' فقہ حنفی کا مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ اسلامی کا تقابلی موسوعہ بھی قرار پا گیا ہے، جو اپنے استناد، استشہاد اور استدلال کی بنیاد پر اپنی مثال آپ دکھائی دیتا ہے۔

فاضل فقیہ نہ صرف ایمانی فراست، تزکیۂ نفس، تقویٰ و دیانت داری، راست بازی، علمی دولت سے مالا مال ہوتا ہے بلکہ وہ دینی شعائر کا عامل اور وسعتِ مطالعہ کا بھی حامل ہوتا ہے۔ فتاویٰ نوریہ کے صفحات الٹنے پلٹنے سے یہ احساس ابھر کر سامنے آتا ہے کہ فاضل مفتی کو نہ صرف مکمل فقہی جزئیات بھرپور انداز میں (جو تعداد میں اَن گنت ہوتی ہیں) زبانی یاد تھیں، بلکہ وہ ان فقہی جزئیات کے حوالے سے قدیم و جدید فقہی ادب اور فقہائے اسلام کی ان جزئیات کے حوالے سے مختلف، متنوع اور گوناگوں آراء و نظریات سے بھی بخوبی واقف تھے، نیز فقہ حنفی کے بارہ سو سالہ ترقی پذیر دور اور اس میں موجود قدیم و جدید مکاتبِ فکر سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں وسعتِ مطالعہ کی فضیلت حاصل تھی، جس کا اندازہ درج ذیل اعداد و شمار سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

---	استفتاء کا موضوع	فتویٰ کا حجم	حوالہ جات کی تعداد
❶	بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ	ڈیڑھ صفحہ	دس حوالہ جات
❷	رؤیت ہلال	تین عدد صفحات	چونتیس حوالہ جات
❸	نکاح	اڑھائی صفحہ	سینتیس حوالہ جات
❹	حرمتِ مصاہرت	چوبیس صفحات	چارسو اکسٹھ حوالہ جات
❺	فسخ نکاح	دس صفحات	ایک سو چالیس حوالہ جات
❻	گندم قرض لینا	تین صفحات	پچیس حوالہ جات
❼	قرض کی صورتِ حال	دو صفحات	اڑتالیس حوالہ جات

ان مثالوں سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ فتویٰ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کا تعلق عبادات، احوالِ شخصیہ سے ہو یا معاملات سے، وہ بابِ نکاح سے ہو یا فسخ نکاح سے، فاضل مفتی کو نہ صرف ان موضوعات سے متعلقہ فقہی جزئیات پر مکمل عبور حاصل ہے بلکہ وہ انھیں برمحل بروئے کار لانے کا بھی سلیقہ رکھتے ہیں۔ اپنے فتویٰ میں قرآن مجید اور حدیثِ نبوی کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی کی کتب، تفاسیر، شروحِ احادیث اور حواشی واختصارات سے بھی مکمل استفادہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے جاری کردہ فتاویٰ نہ صرف عوام میں مقبول ہوئے اور عوام نے ان پر کما حقہ عمل درآمد کیا، بلکہ یہ فتاویٰ اہلِ علم، مفتیانِ کرام اور قاضیانِ وقت میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے اور انہوں نے شرعی امور میں ان فتاویٰ سے فائدہ اٹھایا، نیز مذکورہ بالا امثلہ اس امر کی بھی آئینہ دار ہیں کہ فاضل مفتی کو دینی ادب ازبر تھا اور دینی ادب کے افکار ونظریات سے وہ اس قدر آگاہ تھے کہ بوقتِ ضرورت اور فتویٰ لکھتے وقت حوالہ جات کا انبار لگا دیتے تھے، گویا وہ دینی معلومات کا بحرِ زخار تھے۔ جس سے ہر شخص بقدرِ استطاعت فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔

محولہ بالا جدول سے یہ امر بھی مترشح (Reflect) ہوا کہ فاضل مفتی نے مصادر ومراجع کا اس قدر کثرت سے استعمال کیا ہے کہ وہ نہ صرف استفتاء اور استفسار کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں بلکہ استاذ ہونے کی بنا پر وہ اس کثرت سے اپنے فتاویٰ میں مراجع ومنابع بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات وہ ایک طرف غیر ضروری معلوم ہوتے ہیں تو دوسری جانب وہ اس امر کی نشان دہی بھی کرتے ہیں کہ فاضل مفتی نے اپنے فتویٰ میں جو رائے اور مؤقف (Point of view) اپنایا ہے وہ فقہ حنفی کے قدیم وجدید اقوال سے اور فریقین سے یا مسلکی تقسیم سے بالاتر ہو کر اپنے تاریخی تسلسل کے ہر عہد اور ہر طبقہ میں رائج اور مقبول رہا ہے، نیز فاضل مفتی کے فتاویٰ نوریہ میں کثیر مصادر کو تاریخی تسلسل میں ذکر کرنے سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ فاضل مفتی جس فقہ حنفی کے قائل اور پیرو ہیں، وہ فقہ ٹھوس بنیادوں، غیر متزلزل آراء ونظریات اور مستحکم دلائل پر استوار ہوئی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کوئی کجی یا کمی عیاں نہیں ہوتی بلکہ وہ مرورِ زمانہ سے زیادہ مضبوط اور مزید پختہ ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ

حضرت امام حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد الشیبانی اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہم تک جو اصول وقواعد، جو فقہی جزئیات اور جو نظائر (Maxims) استوار ہو گئے تھے، وہ فقیہ عصر مولانا احمد سعید کاظمی، مفتی محمد شفیع، پیر محمد کرم شاہ الازہری اور فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی رحمۃ اللہ علیہم کے دور تک قائم رہ کر فقہ حنفی کی تمام شاخوں کی آبیاری کرتے رہے ہیں۔ نیز یہ اسالیب تحقیق وتدوین اور علمی تصنیف وتالیف میں مصادر ومراجع کا پہلا زینہ شمار ہوتے ہیں، چنانچہ جس علمی تحریر کے مصادر جس قدر اصلی، حقیقی اور مضبوط ہوں گے وہ تحریر اسی قدر علمی طور پر مستحکم ہو کر تحقیقی تقاضے پورے کرے گی اور جو تحریر ثانوی مصادر، تراجم، غیر ثقہ کتب یا سنی سنائی باتوں اور غیر مصدقہ حوالوں پر مبنی ہو گی وہ اپنی داخلی کمزوریوں کی وجہ سے نہ صرف سدا غیر مقبول رہے گی بلکہ وہ علمی دائروں (Academic Circles) سے دور رہ کر اپنی موت آپ مر جائے گی۔ اسالیب تحقیق وتدوین کے اس پہلے زینہ کو پیشِ نظر رکھ کر جب ہم فتاویٰ نوریہ کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ نہ صرف کثرتِ مصادر میں اعلیٰ وارفع مقام کا حامل ہے بلکہ وہ کمیت کے ساتھ ساتھ اپنی کیفیت (Quality) میں بھی بلند درجہ پر فائز دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ کی شہرہ آفاق تصنیف ''الفقہ الاکبر'' سے لے کر عصر حاضر کے عظیم فقیہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی کی بہارِ شریعت اور فتاویٰ رضویہ تک فاضل مفتی کے مصادر کا جزوِ لاینفک رہے ہیں۔

اسالیبِ استناد، استدلال اور استشہاد کا دوسرا نکتہ یہ ہوتا ہے کہ فاضل محقق نے اپنے مصادر ومراجع کو کس طرح اور کس خوش اسلوبی سے استعمال کیا اور برتا ہے، کیا اس نے اپنے مصادر ومراجع کی کوئی علمی درجہ بندی (Academic) مقرر کر کے اسے اپنی تحقیق وتصنیف میں لاگو کیا ہے؟ کیا اس کی تحقیق اس امر کی آئینہ دار ہے کہ فاضل مفتی یا محقق نے اصل اور حقیقی مصادر ومراجع استعمال کیے ہیں یا نہیں؟ نیز کیا کاتب نے اصلی اور بنیادی مصادر کو ثانوی اور غیر ثقہ مراجع پر ترجیح دی ہے یا نہیں؟ اس نوعیت کے بیسیوں سوال اٹھائے جا سکتے ہیں۔ ایسے حقیقی اور دیگر مفروضہ سوالات کی روشنی میں جب ہم فتاویٰ نوریہ کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں تو چند ایسے حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں جو اس فتاویٰ کے اسالیب کی

خصوصیات بھی ہیں اور اصول بھی۔

ا اصولِ فقہ ایک خاص علم ہے، جو نہ صرف ''علم فقہ'' کے علاوہ ایک مستقل اور جداگانہ علم ہے، جو فقہی امور طے کرنے کے اصول وقواعد اور ضابطے فراہم کرتا ہے، لہٰذا ''علم فقہ'' بجا طور پر علم اصولِ فقہ کے نہ صرف تابع معلوم ہوتا ہے بلکہ ''علم فقہ'' کے بذاتِ خود قابلِ عمل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اصولِ فقہ (Principles of Jurisprudence) کے نہ صرف تابع ہو بلکہ اس کے مقررہ اصول اپنے اوپر لاگو (Apply) بھی کرے۔اس کلیہ کے تحت اصولِ فقہ نے ''علم فقہ''، فتویٰ نویسی، فیصلوں اور احکام کے اجراء کے لیے پہلے سے فقہ کے مصادر کی درجہ بندی کر رکھی ہے۔

ب اصولِ فقہ کی رو سے قرآنِ حکیم اصل الاصول اور مصادر ومراجع کی اصل اور جڑ ہے جب کہ دیگر فقہی مصادر اس کے نہ صرف تابع ہوتے ہیں بلکہ فقہ اسلامی کا ایسا کوئی حکم، فتویٰ یا فیصلہ جاری ہی نہیں ہوسکتا جو قرآنِ حکیم کی آیاتِ مبارکہ سے ماخوذ نہ ہو۔ اس حوالے سے جب ہم فتاویٰ نوریہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مفتی اپنے ہر ہر فتویٰ کا نہ صرف مواد کتاب اللہ سے پیش کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے فتویٰ کے بنیادی اجزاء بھی قرآن حکیم سے ہی حاصل کرتے ہیں۔

ج فقہ اسلامی کے مسائل اور مشکلات حل کرنے کے لیے اصول فقہ نے جو قواعد وضوابط مقرر کر رکھے ہیں ان میں سے چند اصول قرآنِ حکیم کے حوالے سے بھی مقرر ہیں:

❶ لفظ کس معنی کے لیے وضع کیا گیا؟ ❷ لفظ کا استعمال کیسے ہوا ہے؟ ❸ لفظ کی دلالت کیوں کر ہوتی ہے؟ نیز ❹ لفظ کی معانی پر دلالت کے قرائن کیا ہیں؟

قرآن حکیم کے حروف، الفاظ، مرکبات، اجزائے جملہ، جملے اور آیاتِ کریمہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے مسلمانوں کو عطا کی گئی ہیں۔ فتاویٰ نوریہ کے گہرے مطالعہ سے یہ امر بھی عیاں ہوتا ہے کہ فاضل مفتی نہ صرف ان قرآنی حقائق سے بخوبی آگاہ تھے بلکہ ایک ماہر قرآنِ حکیم اور ماہر فقہ کی حیثیت سے وہ ان قرآنی حقائق اور ہدایات کو اپنے فتاویٰ میں جابجا بروئے کار بھی لاتے ہیں، جس کی بے شمار امثلہ ان کے فتاویٰ میں ملتی ہیں، جب کہ

یہ موضوع تا حال تحقیق طلب معلوم ہوتا ہے!

د سنتِ نبوی فقہ اسلامی کا دوسرا اصلی اور بنیادی ماخذ ہے۔ یہ مصدر بھی قرآن حکیم کے تابع ہوتا ہے جب کہ سنتِ نبوی دیگر فقہی مصادر سے بالاتر ہوتی ہے۔ اس کے برعکس فقہ اسلامی کے تمام دیگر مصادر و منابع سنتِ نبوی کے پیروکار اور اس کے تابع ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ سنتِ نبوی کو قرآن حکیم کے بعد شریعتِ اسلامی کا دوسرا ماخذ ہونے کا بلند درجہ حاصل ہے، جس کا مقصد و مدعا یہ ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت اور ''فقہ اسلامی'' ایسا کوئی حکم جاری نہیں کرسکتا جو سنتِ نبوی اور اس کی روح کے منافی ہو، کیونکہ قرآنِ حکیم اصول دیتا ہے اور سنتِ نبوی اس کی عملی تشریح و تعبیر فراہم کرتی ہے۔

ہ سنتِ نبوی اپنی ماہیت اور ساخت کے لحاظ سے وسیع تر میدان کی حامل ہوتی ہے، چنانچہ حدیثِ نبوی، معمولاتِ نبوی، اسوۂ حسنہ، سیرتِ طیبہ، سیرتِ صحابہ اور عہد نبوی کی معاشرتی، سماجی اور اخلاقی قدریں نیز عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ کے اطوار و اسالیب اور عرف و عادت، یہ سب کچھ سنتِ نبوی کا مشترکہ مواد اور سرمایہ شمار ہوتے ہیں۔ یہ سب امور نہ صرف فقہ اسلامی کا مواد اور ماخذ ثانی بنتے ہیں بلکہ یہی اجزائے سنتِ نبوی درحقیقت فقہ اسلامی کا سرمایہ ہیں۔ فاضل مفتی نے اپنے فتاویٰ نوریہ میں نہ صرف سنتِ نبوی کی اس وسعت کو تسلیم کیا ہے بلکہ سنت نبوی کو اسی وسیع تر مفہوم اور تناظر میں وہ اپنے فتاویٰ نوریہ میں جابجا بروئے کار بھی لاتے ہیں، جس کی زندہ مثالیں کم و بیش ان کے ہر فتویٰ سے عیاں ہوتی ہیں۔

و ان دو اصل اور بنیادی مصادر کے علاوہ فقہ اسلامی کے دیگر تمام مآخذ و مراجع ثانوی درجہ رکھتے ہیں، جس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ فقہ اسلامی اپنے دونوں اصلی مصادر کے خلاف (Contradictory) کوئی حکم جاری کرنے کی صلاحیت اور استعداد نہیں رکھتا، جب کہ دوسرا مدعا یہ ہے کہ دیگر مصادرِ فقہ نہ صرف ان دونوں اصلی مآخذ کے ماتحت ہوتے ہیں بلکہ وہ قرآن و سنت کی مقررہ حدود و قیود سے تجاوز بھی نہیں کرسکتے، نیز تیسرا پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی وقت کسی بھی وجہ سے قرآن و سنت کے خلاف کوئی فیصلہ، فتویٰ یا قانون و حکم جاری ہو جائے تو مسلمان فقہاء کی یہ بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی غلطی اور کمزوری کو تسلیم کر کے نہ صرف

اس کی فوراً اصلاح کریں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ تائب ہو کر معافی کے خواستگار بھی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں متعدد فقہائے عظام نے اپنے سابقہ نظریات، احکام، نیز اقوال و آراء کی کمزوری اور دلائل کا نقص معلوم ہو جانے کی صورت میں اپنے سابقہ قول یا فتویٰ سے رجوع کر کے ایسی نئی رائے کا اظہار کیا، جو قرآن و سنت کے عین مطابق ہوتی۔ اس باب میں سبھی فقہی مکاتب کے فقہاء کا رجوع کرنا اسلامی تاریخ کا حصہ ہے، تاہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں سرفہرست معلوم ہوتے ہیں کہ ان کی ہر رائے کے حوالے سے ان کا قولِ قدیم اور قولِ جدید زبان زدِ عوام ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ فاضل مفتی نے نہ صرف اپنے شاہکار فتاویٰ نوریہ میں اس بدیہی حقیقت پر عمل کیا ہے، بلکہ انہوں نے یہ اصول بھی وضع کیا ہے کہ ''قولِ مرجوع پر فتویٰ جاری کرنا کارِ جہل ہے''۔ ان کے اس علمی قول کی حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی فقیہ یا کسی فاضل مفتی نے اپنے کسی سابقہ قول سے رجوع (Retreated) کر لیا ہو تو ایسا قول نہ صرف عملی دنیا میں عبث (Redundant) قرار پاتا ہے بلکہ اس قول کی علمی، شرعی اور فقہی کوئی افادیت قائم نہیں رہتی۔ اس لیے اس کی رو سے کوئی حکم یا فتویٰ جاری کرنا ''تَاوِیْلُ الْقَوْلِ مَا لَا یَرْضٰی قَائِلُہٗ'' کے مترادف ہوگا، جو نہ صرف جہالت کی علامت ہوگا بلکہ وہ کسی کی طرف غلط رائے کا منسوب کرنا بھی شمار ہوگا، جو جھوٹ کے مترادف ہوگا۔

ذ ان دو بنیادی مصادر کے علاوہ فقہ اسلامی کے دیگر مصادر کو نہ صرف ثانوی حیثیت حاصل ہوتی ہے بلکہ انہیں بھی مزید دو یا تین حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ اسی تقسیم کی رو سے باقی مصادرِ فقہ میں سے کچھ نقلی اور کچھ عقلی شمار ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ اگرچہ یہ دس کے دس مصادر انسانی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی الہامی (Revealed) شمار نہیں ہوتا ہے، تاہم ان میں سے ہر ایک مرجع کا مرکز و محور وحی والہام ہی ہوتا ہے، مزید براں ان دس مراجع کی ایک اور تقسیم بھی پائی جاتی ہے جسے ہم فکری اور معاشرتی تقسیم سے موسوم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ فکری تقسیم کا تعلق انسانی فکر و سوچ سے ہوتا ہے اور اس کے لیے انسانی عقل (Human Wisdom) کلیدی اور فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے، جب کہ معاشرتی مصادر (Social Sources) وہ ہوتے ہیں جن کا خمیر انسانی عمل سے اٹھایا جاتا ہے، کیونکہ

فقہ ایک انسانی علم ہے، اس لیے اس کے مصادر و مراجع میں معاشرتی مصادر کا پایا جانا ایک قدرتی عمل ہے۔ غالباً اس لیے فقہ اسلامی نے عموماً اور فقہ حنفی نے خصوصاً معاشرتی عمل کو خصوصی اہمیت دی ہے جب کہ فقہ جعفری نے قیاس کی جگہ انسانی عقل و فکر کو فقہ کا مصدر قرار دے کر انسانی فکر کو مزید فروغ دیا ہے۔ جن دس مصادر کی طرف اشارہ کیا گیا، ان کی تفصیل یہ ہے:

	معاشرتی عوامل کے مصادر		انسانی عقلی و فکری مصادر	
1	اِجماع	1	قیاس	
2	عرف و عادت	2	استحسان	
5	مصالحِ مرسلہ	3	سد الذرائع	
4	اقوالِ صحابہ			
5	شرائع من قبلنا			
6	استصواب			
7	عموم بلویٰ			

مذکورہ بالا تقسیم اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ اسلامی فقہ عموماً اور فقہ حنفی خصوصاً معاشرتی عمل (Social practices) اور سماجی قدروں کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔ بلاشبہ انسانی فکر و دانش ہی معاشرتی عوامل کی نہ صرف راہ ہموار کرتی ہے بلکہ وہی انسان کو یہ شعور، تفہیم اور سمجھ بھی عطا کرتی ہے کہ مقاصدِ شریعت کی تکمیل کے لیے عمل کرنے کے کون کون سے اسالیب اور مناہج انسانوں کے لیے مفید یا مضر ہو سکتے ہیں، تاہم چونکہ فقہ انسانی علم ہے اور اسلامی شریعت، معاشرتی تعامل اور سماجی عمل کو ہی انسان کے لیے معیارِ فضیلت (Critaria of Exelance) قرار دیتی ہے، لہٰذا یہی وجہ ہے کہ فقہ میں وحی و الہام کو پہلا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ معاشرتی تعامل کو دوسرے درجہ پر رکھا جاتا ہے جب کہ انسانی عقل و فکر کو تیسرے مرتبہ پر رکھا جاتا ہے، کیونکہ ''اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاِ وَ النِّسْیَانِ'' کے مطابق انسان خطا کا پتلا ہے اور اس کی فکر غلطی کر سکتی ہے۔

ح فاضل مفتی کے جاری کردہ مختلف فتاویٰ کا تجرباتی اور تحلیلی مطالعہ کرنے سے یہ امر بھی کھل کر سامنے آتا ہے کہ فتاویٰ نوریہ میں نہ صرف مذکورہ بالا تمام مصادر و مراجع سے حسبِ ضرورت اور حسبِ حال استفادہ کیا گیا ہے اور ان میں سے ہر ایک مصدر کو بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کی بنیادی ترتیب کو بھی حسبِ حال ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ مختلف فتاویٰ کا باہم تقابل کرنے سے یہ پتا چلتا ہے کہ فاضل مفتی کسی بھی استفتاء پر اپنا فتویٰ صادر کرنے کا آغاز عموماً قرآنی آیت یا آیاتِ مبارکہ سے کرتے ہیں، بعد ازاں وہ احادیث نبویہ اور سنتِ مطہرہ سے استدلال کرتے ہیں، اس کے بعد وہ مفسرین اور شارحینِ حدیثِ نبوی کی آراء نقل کرتے ہیں، اس کے بعد اپنے فتویٰ کو مدلل، مستحکم، قوی اور مضبوط بنانے کے لیے وہ قدیم و جدید عہد کے فقہائے کرام کے اقوال اور استشہادات اس کثرت سے تحریر کرتے ہیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ فاضل مفتی کو متعلقہ موضوعات پر کثیر فقہی جزئیات اس طرح ازبر ہیں کہ وہ فقہ اسلامی یا فقہ حنفی کی چھوٹی بڑی ہر ہر تصنیف کا حوالہ تحریر فرماتے ہیں جو ان کے تبحرِ علمی اور وسعتِ مطالعہ کی منہ بولتی تصویر ہے، جس کا مشاہدہ اور ملاحظہ فتاویٰ نوریہ کی ہر جلد کے متعدد فتاویٰ میں کیا جا سکتا ہے۔

ط مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ کے آخری حصہ میں نہ صرف معاشرتی تعامل سے استفادہ کرتے ہیں بلکہ وہ بوقتِ ضرورت غیر حنفی فقیہ کو بھی نائب مفتی بنانے کی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ آلہ مکبر الصوت کے استعمال اور بچیوں کو کتابت سکھانے اور تعلیم دلوانے کے جواز نیز خون منتقل کرنے اور اعضاء کی پیوند کاری کے جواز کے فتاویٰ جاری کرتے وقت وہ معاشرتی تعامل، عرف و عادت، سد الذرائع، مصالح مرسلہ اور انسانی منفعت کا ذکر کرتے ہیں، جو نہ صرف ان کی جدید انسانی امور سے واقفیت کا غماض ہے بلکہ یہ سوچ اس امر کی بھی عملی شہادت دیتی ہے کہ فاضل مفتی نہ صرف ان عصری اور جدید مسائل کی اہمیت اور سنگینی سے کما حقہ آگاہ تھے بلکہ وہ اپنے شعور و حافظہ میں ان گھمبیر شرعی امور کا حل بھی رکھتے تھے، جو انہوں نے برملا پیش کر کے مسلمان دانش وروں اور فقہاء سے اپنی فقاہت کا لوہا منوایا اور ان کے ان موضوعات پر فتاویٰ اس وقت نافذ العمل ہیں۔

ی اسالیب استشہاد واستدلال کے باب میں مصادر ومراجع کے مابین تعارض (Contradiction) پیدا ہوتا ہے کہ اگر دو ہم پلہ مصادر یا کسی ایک بنیادی مصدر میں بیان کردہ امور ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں، جیسے قرآن حکیم کی دو آیات اپنے مفہوم میں باہم متصادم ہوں، یا احادیثِ نبویہ اور سُننِ مبارکہ میں تعارض قائم ہو جائے تو اس علمی مشکل اور دینی دِقت کو حل کرنے کے لیے بھی بہت سے طرق، مناہج اور اسالیب اختیار کیے جاتے ہیں، چنانچہ قرآنی آیات کے تعارض کو ان کے نزول کے اعتبار سے تقدیم وتاخیر کو پیش نظر رکھ کر انہیں ناسخ ومنسوخ قرار دیا جاتا ہے، اسی منہج پر دو احادیث یا دو سنن کے تعارض کو بھی ختم کیا جاتا ہے، نیز فقہی اقوال کے تعارض میں بھی تطبیق اور ہم آہنگی قائم کی جاتی ہے، جو ایک دقیق مسئلہ ہے، تاہم فتاویٰ نوریہ کے مختلف فتاویٰ اس مسئلہ کا وہی حل پیش کرتے ہیں جو اسلاف احناف کے ہاں قابلِ قبول رہا ہے۔ تاہم یہ موضوع مزید تحقیق کا متقاضی ہے۔

فتاویٰ نوریہ اور فقہی اصول و قواعد

فتویٰ نویسی ایک قدیم فن ہے، نہ صرف اس کے قواعد وقوانین مرتب ومدوّن ہیں، بلکہ ان پر پوری لگن سے عمل درآمد بھی کیا جاتا ہے، نیز فتویٰ نگاری میں نہ تو موضوعات کی کوئی حد بندی ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی مفتی کسی استفتاء کے حوالے سے فتویٰ جاری کرنے سے انکار کرسکتا ہے۔ اس لیے مفتی کا میدانِ عمل بہت وسیع ہوتا ہے، اس لیے کسی بھی انسان کے منصبِ افتاء پر فائز ہونے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ علوم شرعیہ میں مہارت رکھتا ہو، فقہی ادب پر عبور رکھتا ہو، مسلمانوں کے اعراف و عادات سے پوری طرح سے آگاہ ہو، مناہجِ تحقیق جانتا ہو نیز حالاتِ حاضرہ کا بھی پورا علم رکھتا ہو، مزید برآں وہ اپنے اختیار کردہ فقہ کے ما لہ و ما علیہ سے بھی کماحقہٗ آگاہ ہو، مزید براں وہ فقہی کلیات، شرعی قواعد اور الاشباہ و النظائر کا بھی کامل ادراک رکھتا ہو۔ ان علمی اوصاف کے ساتھ ساتھ وہ مسائل کو سمجھنے کا ملکہ اور ان کی کُنہ کے ادراک کا بھی سلیقہ رکھتا ہو۔ یہ بنیادی شرائط ایک عام مفتی کو درکار ہوتی ہیں۔ جب کہ ہمارے فاضل مفتی ایک کہنہ مشق فقیہ ہیں، وہ نہ صرف پچاس سالہ طویل مدت تک مسند درس وتدریس پر فائز رہے بلکہ انہوں نے قریباً نصف صدی تک

فقیہ اعظم اور مفتیٔ اعظم کا لقب بھی پایا اور وہ طویل عرصہ تک مسند افتاء پر فائز ہوکر فتویٰ نویسی جیسا نازک، حساس اور دقیق فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد علوم وفنون کی مہارت، درس وتدریس میں مشغولیت، فتویٰ نویسی کی عادت اور شرعی امور کی مزاج شناسی نے انہیں ایک ایسا ملکہ عطا کر دیا تھا کہ وہ محض ایک روایتی مفتی معلوم نہیں ہوتے، بلکہ ان میں اجتہادی قوت پروان چڑھ کر توانا ہوچکی تھی، جس کی بدولت وہ شرعی حدود و قیود اور اسلامی اصول وقواعد کے مطابق نہ صرف اجتہادی اوصاف کو حاصل کر چکے تھے بلکہ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں ایسے امور ونکات کی بھی کثرت سے نشان دہی کی جو اصول وقواعد کا درجہ رکھتے ہیں، نیز یہ اصول وضوابط مزید تحقیق کے متقاضی ہیں۔

اگرچہ ایسے اصول وقواعد کی تعداد فتاویٰ نوریہ میں بہت زیادہ ہے اور بے شمار فتاویٰ میں یہ اصول وقواعد موتیوں کی طرح ایسے ہی بکھرے ہوئے ہیں جیسے زیور میں نگینہ جڑے ہوئے ہوتے ہیں، تاہم فقیر نے اس مجموعہ فتاویٰ کا مطالعہ کرتے ہوئے چند ایسے اصول وقواعد کو جمع کرنے کی بساط بھر کوشش کی ہے تاکہ ان سے آئندہ کے مفتیانِ کرام استفادہ کرتے رہیں۔ یہ ان اصول وقواعد کی چھوٹی سی فہرست ہے جو فاضل مفتی کے اسلوبِ استدلال کی نشان دہی کرتی ہے۔

مذکورہ بالا فہرست پیش کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس امر کی بھی وضاحت پیش کریں کہ ہمارے اسلاف مفتیانِ کرام کا یہ اسلوب ہوتا تھا کہ وہ جس موضوع پر فتویٰ تحریر فرماتے تھے، اس موضوع کی اصطلاحات (Terms) اور اس موضوع کے اصول وقواعد (Principles) کی بھی وضاحت فرماتے تھے، تاکہ اہلِ علم اور عام قاری ان کے فتویٰ سے کماحقہ استفادہ کر سکے، لیکن اردو زبان میں لکھے گئے مجامیعِ فتاویٰ میں یہ پہلو مفقود دکھائی دیتا ہے، چنانچہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، فتاویٰ ثنائیہ اور رسائل ومسائل میں ایسا کوئی اہتمام نہیں پایا جاتا، تاہم امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ رضویہ میں اصولِ فقہ کی اصطلاحات اور قواعد وکلیات بیان کیے ہیں۔ اسی طرح فتاویٰ نوریہ نے بھی اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کے پہلے سے متداول نہ صرف قواعد وکلیات بیان کیے ہیں بلکہ خود بھی بہت سے قواعد وکلیات

وضع کیے ہیں۔ان قواعد وکلیات کی مختصر سی فہرست پیش کرتے ہیں:

شمار	قاعدہ کلیہ	ج	ص	طابع
1	یفتی بقول الامام علی الاطلاق، فتویٰ امام اعظم کے قول پر دیا جائے گا	1	167	اشاعت نہم، فروری 2019ء
2	اذا لم یوجد للامام روایة یوخذ بقول الثانی و ھو ابو یوسف، حنفی فقہ میں دوسرا درجہ امام ابو یوسف کا ہے۔	1	167	
3	فتاویٰ میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر ترجیح کو واضح کرتی ہے	1	168	
4	قولِ مرجوح پر مبنی فتویٰ دینا جہل اور اجماع کے خلاف ہے	1	180 203	
5	اختلافی مسائل میں اوفق واصلح قول پر فتویٰ دیا جائے گا	1	203	
6	مکروہ تحریمی یا تنزیہی بلا دلیل ثابت نہیں ہوتا	1	262	
7	ترکِ مستحب سے کراہیت لازم نہیں آتی	1	262	
8	اصل الاشیاء اباحة لہٰذا مباح ماننے میں احتیاط ہے	1	452 467	
9	الثابت بالعرف کالثابت بالنص اس لیے ہر زمانہ میں اس زمانہ کا عرف معتبر ہوتا ہے	1	213	
10	لفظ "لا" حرام، مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کے لیے ہوتا ہے	1	562	
11	مکروہ تنزیہی جائز ہے اور مکروہ تحریمی سے بچنا واجب ہے	1	672	

12	بلا دلیل شرعی کسی چیز کو حرام کرنا جھوٹ ہے	1	372	
13	اطلاقِ مطلق بمنزلۂ نص ہوتا ہے	1	374	
14	فقہ میں فرض یا حرام قرآنی آیت یا حدیثِ متواتر سے ثابت ہوتا ہے۔	1	416	
15	ترکِ مستحب سے کراہیت لازم نہیں آتی	1	262	
16	المباحات تصیر طاعات بالنیات الصالحات	1	305	
17	شرعی امور میں حقیقت اصل ہے جب تک اس سے مانع نہ ہو، مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکتا	1	228	
18	غیر معتبر کتب پر مبنی دیا گیا فتویٰ معتبر نہیں ہوتا	1	438	
19	بدعتِ حسنہ بھی ہوتی ہے اور بدعتِ سیئہ بھی	1	444 446	
20	کسی چیز کی دلیل کا انتفاء اس کے منفی ہونے کو لازم نہیں کردیتا	2	184	اشاعت ہشتم، فروری 2019ء
21	مجمل کے بیان کے بعد اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے	2	186	
22	کسی مجمل پر قبل از بیان عمل نہیں کیا جاسکتا	2	186	
23	خلافِ قیاس امور کی خبر پر قیاس کرنا جائز نہیں ہوتا	2	188	
24	تحرّی مفید غلبۃ الظن ہوتی ہے	2	257	
25	شریعت میں عرف و عادت معتبر ہوتے ہیں	2	259	
26	حکم کلی کبھی مخصوص مِن وجہ نہیں ہوتا	2	261	
27	امر ہمیشہ وجوب کے لیے نہیں ہوتا ہے بلکہ ندب کے لیے بھی ہوتا ہے	2	388	

28	نصوص کے مقابلہ میں قیاسِ مجتہدین بھی مضمحل ہوتا ہے	2	390	
29	قیاس کا دروازہ اب بند ہے	2	390	
30	اطلاقاتِ فقہاء مفید ہوتے ہیں	2	569	
31	وحی جلی اور وحی خفی میں حقیقۃً تعارض ناممکن ہے	2	665	
32	صریح دلائل کے خلاف معنی معین مراد لینا بعید از قیاس ہوتا ہے	2	666	
33	عاقد اور حالف کا کلام عرفی معنی پر محمول کیا جائے گا	3	346	اشاعت ہفتم، فروری 2019ء
34	القلیل النادر کالمعدوم قلیل افراد کی رائے کالعدم ہوتی ہے	3	227	
35	مبنی القضاء علی الظاهر فیصلے ظاہری حالات پر ہوتے ہیں	3	229	
36	القید لا یرتفع بدون رافع	3	231	
37	الصریح لا یختلف باختلاف اللغات	3	235	
38	القول قول الامین مع الیقین	3	235	
39	الیقین لا یرتفع بالشك، شک کسی بھی یقین کو زائل نہیں کرتا	3	239	
40	دیانات و معاملات میں ایک ہی قول معتبر ہوتا ہے	3	284	
41	متن و شرح میں تعارض ہو تو متن مقدم ہوتا ہے	3	433	
42	ظاہری علامات موجب عمل ہوتی ہیں	3	454	
43	''لا تجوز'' کا تقدم وجہ ترجیح ہوتا ہے	3	467	

44	اطلاق مطلق بمنزلۂ نص ہوتا ہے	3	475 626	
45	نہی تنزیہی جواز کے خلاف نہیں ہوتی	3	477	
46	عدم استحباب جواز کی نفی نہیں کرتا	3	500	
47	عند المسلمین حسن فھو عند اللّٰہ حسن	3	593	
48	قرآنی حکم مطلق، خبر واحد یا قیاس سے مقید نہیں ہوتا	3	595	
49	مشروط عرفی مشروط شرعی کی مانند ہوتی ہیں	3	618	
50	بعض احکام شرعیہ کی بناء عرفِ عام پر ہوتی ہے	3	618	
51	تحقیقِ کامل کے بغیر کسی چیز کو حرام یا مکروہ نہ گردانیں	3	593	
52	الضرورات تبیح المحظورات	3	465	
53	دین میں تیسیر پسندیدہ ہوتی ہے	3	572	
54	کوئی مجدد معصوم نہیں ہوتا، اس کے فتاویٰ قابلِ تنسیخ و ترمیم ہوتے ہیں	3	532 533	
55	ہمیشہ تطبیق قوی، ہم پلہ اور صحیح دلائل میں قائم ہوتی ہے	3	558	
56	کسی امر کی خصوصیت کے لیے دلیل درکار ہوتی ہے	3	559	
57	خصوصی سبب عموم حکم سے منع نہیں کرتا	4	137	اشاعت ششم، فروری 2019ء
58	اطلاق بذاتِ خود ایک قوی حجت ہوتا ہے	4	141	
59	انسانی حقوق کے بارے میں مفتی عرف کے خلاف فتویٰ نہ دے	4	145	

60	عصری عادات و اطوار معلوم نہ ہوں تو مفتی فتویٰ نہ دے	4	145	
61	مسلمان کے کام اچھے معانی پر محمول ہوتے ہیں	4	175	
62	السکوت فی معرض البیان بیان	4	195	
63	مسائلِ فرائض (میراث) میں قیاس کو دخل نہیں ہوتا ہے	4	285	
64	فتویٰ حاصل کرتے وقت غلط بیانی نہ کی جائے	4	536	
65	اباحتِ اصلیہ آفتاب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے	4	199	
66	طلاق رجعی میں حکماً نکاح عدت تک باقی رہتا ہے	4	341	
67	اللہ کے پاک گھر میں پاک چیز استعمال ہوتی ہے	4	151	
68	العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب	5-6	328 431 466	مشتاق پرنٹرز اشاعت ششم، مارچ 2014ء
69	علم فقہ خلاصۂ حدیث ہے	5-6	397	
70	الاطلاق بمنزلۃ النص	5-6	418	
71	اطلاق بمنزلۂ نص ہے	6	626	
72	تحری غلبۃ الظن ہے اور غلبۃ الظن وجوب و واجبات ثابت کرتا ہے	5-6	427	
73	لوگوں کے اصول سے شرعی احکام نہیں بدلتے	5-6	429	
74	قولِ فقہاء دراصل قرآن وحدیث کا حکم ہوتا ہے	5-6	500	

75	المذهب و الکتب حجة فقہی مسالک اور ان کی کتب حجت ہیں	5-6	515	
76	کتاب اللہ کے سوا ہر کتاب میں غلطی کا امکان موجود ہوتا ہے	3	382	
77	کتاب وسنت کا اطلاق حجت ہوتا ہے	1	116	
78	شانِ نزول اگرچہ خاص ہو مگر معتبر عموم ہی ہوتا ہے	1	159	
79	نفی ورودِ حدیث نفی وجود حدیث نہیں ہوتی ہے	1	306	
80	فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہوتی ہے	1	164 306	
81	موقوف حدیث حجت ہوتی ہے	1	306	
82	استحباب ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہو جاتا ہے	1	306	
83	حدیث مرسل حجت ہوتی ہے	1	335	
84	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعلِ صحابی پر مطلع ہو کر اس سے منع نہ فرمانا، دلیلِ جواز ہوتا ہے	1	443	
85	صورِ عموم بلوی میں کسی حدیث کا بطور خبر واحد ہی پایا جانا انتفاعِ معنوی کی دلیل ہوتا ہے	1	475	
86				
87	دیانات میں خبر واحد معتبر ہوتی ہے	1	478	
88	صحابی کا ''کنا نفعل'' فرمانا، حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے	1	612	
89	بعض حدیثیں بعض کی تفسیر بیان کرتی ہیں	2	185	

104	عدم ورود دلیلِ عدم نہیں ہوتا	3	500	
105	ضرورت کے وقت پیشِ نظر روایت ضعیفہ کا سہارا بھی لیا جاتا ہے	3	572	
106	عرف وتعامل دلائلِ شرعیہ میں سے ہیں	3	558	
107	محرماتِ نکاح کے باب میں شبہ یقین کا درجہ رکھتا ہے	6	518	
108	جو مسئلہ متون کے خلاف ہے وہ مذہب کے بھی خلاف ہے، اس پر عمل وفتویٰ جائز نہیں ہوتا	5	382	
109	لا بــــاس اور خلافِ اولیٰ متساوی الاقدام ہوتے ہیں	5	385	
110	قیل صیغہ تمریض وتضعیف کے لیے استعمال ہوتا ہے	5	385	
111	التخصیص لا یجوز فی القطعی بخبر الواحد و القیاس	5	394	

مذکورہ بالا طویل فہرست اصول وقواعد کے سرسری مطالعہ سے چند امور واضح ہوتے ہیں، جن کا قارئین کے افادے کے لیے درج ذیل سطور میں اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے:

1. یہ امر واضح ہے کہ اصول وقواعد کی یہ فہرست مکمل اور حتمی نہیں ہے، لہٰذا اس میں کمی بیشی کی سدا گنجائش باقی رہے گی۔
2. اس فہرست میں یہ امر بھی پوری طرح سے واضح نہیں کہ ان میں سے کون کون سے اور کتنے اصول وقواعد اسلاف کا عطیہ ہیں، جو نسل در نسل اہلِ علم اور اصحابِ فکر و دانش میں منتقل ہوتے رہے اور وہ کون سے اصول اور قاعدے ایسے ہیں جو فاضل مفتی نے تخلیق کر کے امتِ مسلمہ کی نذر کیے ہیں۔ یہ پہلو تا حال تحقیق طلب معلوم ہوتے ہیں۔
3. ضابطوں کی یہ لمبی فہرست اس امر کی بھی نشان دہی کرتی ہے کہ فاضل مفتی نے یہ اصول

نہ صرف اپنی شاہکار تصنیف ''فتاویٰ نوریہ'' میں تحریری شکل میں شامل کیے، بلکہ فاضل مفتی نے یہ اصول وقواعد عملی طور پر بھی اپنائے ہیں اور اپنے قیمتی فتاویٰ تحریر کرتے وقت ان پر عمل کرتے ہوئے انہیں اپنے فتاویٰ میں نافذ بھی کیا ہے۔

4. قواعد وضوابط کی یہ فہرست اس امر کی بھی عکاس ہے کہ فاضل مفتی نے استناد و استدلال کے اس پہلو سے بھی استفادہ کیا ہے کہ وہ فتویٰ نویسی کے مناہج، طرق اور اصول وضوابط سے لاعلم نہیں ہیں، بلکہ وہ نہ صرف ان فقہی ضوابط سے بخوبی واقف ہیں بلکہ وہ انہیں اپنے فتاویٰ میں عملی طور پر نفاذ کرنے کی قوت وصلاحیت بھی رکھتے ہیں، بلکہ وہ اپنی خداداد استطاعت کو بروئے کار لاکر ان میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں، چنانچہ فاضل مفتی نے اس باب میں معقول اضافہ کیا ہے جو فتاویٰ نوریہ کے متعدد فتاویٰ کا حصہ بن کر اس مجموعہ میں شامل ہے۔

5. ان اصول وقواعد کا اگر تاریخی ادوار کے لحاظ سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ اساسی اصول وقواعد شیخین، صاحبین، امام حسن بن زیاد اور امام زفر کے زمانے میں وضع کیے گئے ہوں گے، کچھ ہارونیات اور کیسانیات کے زمانہ میں وجود میں آئے ہوں گے جب کہ سرخسی نے مبسوط اور جصاص نے احکام القرآن میں مرتب کیے ہوں گے، ان اصول وضوابط کا بڑا حصہ قدیم حنفی فقہاء کی ایجاد ہوگا، نیز جدید حنفی فقہاء ابن نجیم، ابن عابدین اور حصکفی وغیرہ نے بھی ان کی تدوین وتالیف میں اپنا حصہ ڈالا ہوگا اور آخر میں فقیہ عصر فاضل مفتی نے بھی اس کھیتی کو اپنی فقہی فکر سے سیراب کیا ہوگا۔ اس تاریخی ارتقاء کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ فقہ حنفی کسی جمود یا تساہل کا شکار نہیں رہا بلکہ وہ اپنی تاریخ کے تمام ادوار میں تسلسل سے ترقی کرتا رہا ہے اور ہمارے فاضل مفتی اس کی اہم کڑی ہونے کی حیثیت سے وہ فقہ حنفی کی ترقی کے تسلسل کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

6. اس لمبی فہرست میں شامل اصول وقواعد کا تحلیلی (Analytical) جائزہ لینے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہ حنفی نے عبادات، مناکحات، معاملات، عالمی تعلقات اور حقوق وفرائض کی تعلیم وترویج کے لیے ایسے قابلِ عمل اصول وقواعد مرتب کیے ہیں جو

ایک طرف باہم ہم آہنگ ہیں اور ان میں کوئی تعارض یا تضاد بھی دکھائی نہیں دیتا ہے اور دوسری جانب وہ آسان اور قابلِ عمل ہیں۔ نیز وہ اصول وقواعد علمی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ انسانوں کو بھی فقہ حنفی کا خوگر بناتے ہیں، تا کہ وہ فقہ حنفی کے نتائجِ تحقیق کو عملی طور پر اپنائیں۔

7. یہ علمی فہرست جہاں فقہ حنفی میں ترقی اور اس کی علمی بنیادوں پر ترویج واشاعت کی نشان دہی کرتی ہے وہاں وہ اس حقیقت کی بھی آئینہ دار بنتی ہے کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس لیے یہ فہرست مزید طویل ہوگئی ہے۔

اسالیب استناد واستدلال میں یہ موضوع بھی شامل ہوتا ہے کہ انسانوں کے جس نامور گروہ سے وہ وابستہ ہے، وہ اس کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرتا ہے؟ اور وہ اس گروہ کے وسائل، ثمرات، فکر اور اس کی میراث سے کس حد تک وابستہ ہو کر اس کی ثروت سے استفادہ کرتا ہے؟ فاضل مفتی نے اس اسلوب کو بھی بڑی جانفشانی اور سلیقہ شعاری سے اپنایا، جیسا کہ ان کی ذاتی عبادات، معاملات، ان کی تصانیف وتالیفات، ان کے شاہکار فتاویٰ نوریہ، ان کی حُبِّ مدینہ منورہ، ان کی شاعری اور ان کی حُبِّ واطاعتِ رسول ﷺ سے یہ امر اظہر من الشّمس ہے کہ فاضل مفتی زندگی بھر فقہ حنفی کے پیروکار اور خدمت گزار رہے ہیں، اس لیے ان کی فقہ حنفی سے وابستگی مثالی رہی ہے، وہ انسانی زندگی کے ہر پہلو اور دینی امور کے ہر مسئلہ میں فقہ حنفی کو ہی اپنے لیے حرزِ جان بناتے رہے ہیں۔

یہ امر واضح ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد امام محمد بن حسن شیبانی (م 187ھ) کی مایہ ناز چھ تصانیف پر قائم ہے، جن میں جامع صغیر، جامع کبیر، سیر کبیر اور سیر صغیر (جنھیں ظاہر الروایات بھی کہا جاتا ہے) الزیادات اور المبسوط شامل ہوتی ہیں، ان کتب کو ''اصولِ ستہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ نیز فقہ حنفی کی اساس نوادر پر بھی استوار ہوئی ہے، یہ وہ کتب ہیں جنھیں امام محمد کا کوئی شاگرد روایت کرے، چونکہ یہ کتب غیر مشہور رہیں، اس لیے نوادر کہلائیں، غالبًا اسی وجہ سے ان کتب میں بیان کردہ امور کو مسائل النوادر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کی بنیادی کتب میں نوازل نامی کتب بھی شامل کی جاتی ہیں جو مجتہدین کے دور کے بعد

کے ادوار میں مرتب ہوئیں، ایسی کتب میں مذکور مسائل کو مسائل النوازل کہا جاتا ہے۔
فاضل فقیہ نے اسی ترتیب و اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان سب سے اپنے فتاویٰ میں استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ جب بھی فتویٰ تحریر کرتے ہیں تو اسلاف کی مقرر کردہ اس ترتیب کو بہرحال ملحوظ رکھتے ہیں، جس سے ان کے فتاویٰ کی قوتِ استناد و استدلال میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ تصنیف و تالیف کے متنوع اسالیب مختلف ادوار میں رائج رہے ہیں، چنانچہ اسلامی تاریخ کا ابتدائی پانچ سالہ عہد متون (Texts) کا دور شمار کیا جاتا ہے جب کہ اس کے بعد کا عہد شروح (Commantaries) کا دور مانا جاتا ہے اور گیارہویں صدی سے تیرہویں صدی ہجری تک کا عرصہ شروح در شروح اور حواشی (Footnotes) کا عرصہ قرار پاتا ہے۔ چنانچہ جب آپ کسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ انہیں اقسام میں سے کسی قسم پر مشتمل ہوتی ہے، اس لیے قاری پر یہ امر مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ متون، شروح یا حواشی میں سے کس پر اعتماد کرے۔ چنانچہ فاضل مفتی نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا ہے کہ وہ تحریر کرتے ہیں وما فی المتون، لو مفهوما، مقدم علی ما فی الشروح و الفتوی و لو منصوصا [ج 1، ص 257] اگر متون کا مفہوم قابلِ فہم ہو تو اسے شروح اور فتویٰ پر برتری حاصل ہوتی ہے، اگرچہ وہ منصوص ہوں۔

چنانچہ اس اصولِ استناد کے تحت جب ہم فتاویٰ نوریہ کا جائزہ (review) لیتے ہیں تو یہ امر نکھر کر ہمارے سامنے آتا ہے کہ فاضل مفتی نے اپنے فتاویٰ تحریر کرتے وقت پہلے متونِ معتبر سے، پھر شروحِ معتبرہ پر انحصار کیا ہے اور بعد ازاں معتبر و مستند کتبِ فتاویٰ، فتاویٰ شامی اور فتاویٰ عالم گیری وغیرہ پر انحصار کیا ہے جو اس اسلوب کی نشان دہی کرتا ہے کہ فتویٰ نویسی کا عمل ایک تسلسل سے عبارت ہوتا ہے، جو اپنے ماضی اور اپنے اسلاف کی آراء و نظریات سے اپنی راہیں جدا کرنے کی بجائے ان سے استناد اور استفادہ کرنے کا دوسرا نام ہے۔

فقیہ اعظم کے حواشی ، فتاویٰ ادب میں حسین اضافہ

اپنے اسالیبِ استناد و استدلال کو وسعت دینے کے لیے فاضل مفتی نے فتاویٰ ادب میں

ایک اضافہ بھی کیا ہے یا اس اضافہ کی روایت کو آگے بڑھایا ہے۔ چنانچہ اردو زبان میں مدوّن شدہ فتاویٰ میں سے صرف فتاویٰ رضویہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں جابجا حواشی (Footnotes) کا اہتمام کیا گیا ہے، جب کہ اردو زبان میں لکھے گئے دیگر فتاویٰ جیسے فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، فتاویٰ ثنائیہ وغیرہ حواشی سے خالی دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے برعکس فاضل مفتی نے نہ صرف فتاویٰ رضویہ کے اسلوب حواشی کو پسند کیا ہے بلکہ اس تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے، ان میں اضافہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ نوریہ کا بغور مطالعہ اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ فاضل مفتی کے حواشی کسی روایت یا ذاتی شوق کی تکمیل کرنے کے لیے تحریر نہیں کیے گئے بلکہ ان میں سے ہر حاشیہ کسی مقصد کی تکمیل کے لیے لکھا گیا ہے، تاکہ فتویٰ فہمی میں آسانی پیدا ہو۔ جن میں سے چند مقاصد یہ ہیں:

1. منقولہ عربی عبارات کے جملوں کی صرفی یا نحوی ترکیب بیان کرنے کے لیے
2. کسی ادق صیغہ کی وضاحت کے لیے، تاکہ اس کے معانی سمجھنے میں آسانی پیدا ہو۔
3. کسی منقولہ حدیث کے ثقہ، ضعیف یا موضوع ہونے کی وضاحت کے لیے۔
4. سند حدیث میں راوی کا مقام و مرتبہ ظاہر کرنے کے لیے۔
5. فتویٰ میں شامل مشکل عبارات کا ترجمہ فراہم کرنے کے لیے۔
6. استفتاء اور استفسار کی وضاحت کے لیے۔
7. کسی مصنف کا عہد اور حیثیت بیان کرنے کے لیے۔
8. زیرِ بحث موضوع کے دیگر حوالہ جات کی نشان دہی کرنے کے لیے۔
9. کسی تصنیف کا درجہ متعین کرنے کے لیے۔
10. کسی عربی عبارت پر لکھے گئے اعراب کی نشان دہی اور تعبیر کے لیے۔

ان حواشی کے اضافہ سے نہ صرف استناد کا نیا اسلوب زندہ ہوا ہے بلکہ اس اسلوب سے فقہ و قانون کے طلبہ اور مفتیانِ کرام کو بھی خاطر خواہ فائدہ ہوا ہے۔

فاضل مفتی سے استفسار کیا گیا کہ کیا ہر زمانہ کے اپنے حالات یا اپنے فتاویٰ ہوتے ہیں یا مسلمانوں کو قدیم فتاویٰ اور فقہی آراء پر ہی عمل پیرا رہنا ہوگا؟ اس اہم سوال کے جواب کو

فاضل مفتی نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

1 ظاھر الروایۃ یا نوادر میں بیان کردہ ایسے امور پر ہر دور میں من وعن عمل کیا جائے جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں، یا ان کی تائید وتوثیق قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی سے ہوتی ہے۔ یہ دونوں نہ صرف اسلامی شریعت اور فقہ اسلامی کے اصلی اور بنیادی مصادر ہیں بلکہ ان کے فراہم کردہ احکام مسلمانوں کے لیے ابدی اور دائمی ہیں۔ لہٰذا قرآن وسنت کے عطا کردہ احکام اور اوامر ونواہی میں مرورِ زمانہ یا زمانہ کے تغیر وتبدل سے کوئی فرق یا تبدیلی یا ترمیم (Change Or Amendment) عمل میں نہیں آئے گی، کیونکہ وحی کے ذریعے سے وصول ہونے والے احکام نہ صرف ابدی اور اٹل ہوتے ہیں بلکہ وہ حالات وزمانہ کی تبدیلی سے بھی متاثر نہیں ہوتے، چنانچہ نماز جمعہ، اتوار کے دن ادا نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی غیر مسلم ریاستوں میں مقیم مسلمان ملکی ٹیکس کو کسی بھی طرح سے زکوٰۃ شمار کر سکتے ہیں۔ یہی مؤقف فقہائے احناف نے دوسری صدی ہجری سے اپنایا ہوا ہے۔

2 اس استفتاء کے حوالے سے فاضل مفتی کا نظریہ یہ ہے کہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل ''جو شخص زمانہ کے باشندوں سے واقف نہیں، وہ حقیقتِ احوال سے بے خبر ہے''، اس لیے اس پر لازم ہے کہ وہ تاریخ کا بغور مطالعہ کرے تاکہ اسے معلوم ہو کہ سابقہ ادوار میں جس چیز کی حرمت یا اس کا ناجائز ہونا کسی علت کی بنا پر ہوا تھا اگر وہ علت قائم ہے تو وہ امور حرام اور ناجائز ہیں اور اگر ان کی حرمت کی علت قائم نہیں رہی بلکہ اس میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ تو مسلمان اہلِ فکر و دانش ان پر نئے سرے سے غور وخوض کریں، ان امور کے حوالے سے جدید احکام مرتب کرنا ہوں گے جو للّٰہیت پر مبنی اور کتاب وسنت سے متصادم نہ ہوں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''کم از کم اتنی ہی تصریح ہو کہ اصولِ ستہ کا زمانہ اب گزر گیا، لہٰذا لکیر کا فقیر بننا اب فرضِ عین ہو گیا، کیا تازہ حوادث ونوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صم بکم بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کا فرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے، اس میں روزمرہ ضروریاتِ زندگی

کے جدید ترین ہزار ہا تقاضوں کا کوئی حل ہی نہیں‘‘---[فتاویٰ نوریہ، ج3،ص470]

3 فاضل مفتی کا ایک عقلی جواب یہ بھی ہے کہ قیاسی مسائل میں علت ومعلول (Cause And Effect) کا ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے، چنانچہ مشہور قاعدہ ہے کہ اذا فقد العلة فقد المعلول ’’اگر علت ختم ہو جائے تو معلول بھی ختم ہو جاتا ہے‘‘۔لہٰذا اہلِ علم کو اس امر پر غور کرنا ہوگا کہ جس علت یا سبب کی موجودگی کسی چیز کو حرام یا ناجائز بناتی ہے اس علت کے ختم ہو جانے سے وہ حکم بھی باقی نہیں رہتا، بلکہ اس کے حکم میں بنیادی تبدیلی ہو جاتی ہے۔چنانچہ مسئولہ فتویٰ کے جواب میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

’’وہ لباس جو کہ کفار یا فجار کا شعار ہونے کے باعث ناجائز تھا، کیا (وہ) اب بھی شعار ہے؟ تو (وہ) ناجائز ہے۔یا اب شعار نہیں رہا،تو (وہ) جائز ہے‘‘---
[فتاویٰ نوریہ، ج3،ص470]

یہ فتویٰ نہ صرف اسلام کے حرکی نظام (Dynamic System) کی عکاسی کرتا ہے بلکہ اس امر کی بھی نشان دہی کرتا ہے کہ اسلام ایک دائمی اور ابدی دین ہے،اس میں حالات و زمانہ کی تبدیلی سے احکام میں مشروط تبدیلی کے واضح امور موجود ہیں۔ واضح رہے کہ فاضل مفتی کی اس قیمتی رائے سے نہ صرف مسلمانوں میں اندھی تقلید کا رویہ دم توڑ جائے گا بلکہ مسلمانوں کے نظام فقہ میں بھی اجتہاد کو بہت تقویت ملے گی۔

یہ نکتہ بار بار اجاگر ہوا کہ فاضل مفتی کا تعلق فقہ حنفی سے ہے اور وہ ’’فتاویٰ نوریہ‘‘ میں فقہ حنفی کے ترجمان اور معاون نظر آتے ہیں، چنانچہ وہ نہ صرف امام محمد حسن الشیبانی (م 180ھ) کی کتب سے استفادہ کرتے ہیں بلکہ وہ اصولِ ستہ، ظاہر الروایۃ، اصول النوادر سے لے کر العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة مصنفہ امام احمد رضا خان (م 1340ھ) تک کے دور کی بلند پایہ کتبِ فقہ سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ان کے مآخذ ومصادر پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ اس میں ہر عہد اور ہر صدی کی کتب شامل ہیں، جو اس امر کی بھرپور توثیق کرتی ہیں کہ فاضل مفتی نہ صرف فقہ حنفی کے بحرِ بے کراں ادب سے بخوبی آگاہ تھے بلکہ وہ علم کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے کتب، فتاویٰ، نظریات، آراء اور افکار کی

شکل میں موجود جواہر میں سے اپنے مطلوبہ موتی تلاش کرنے کا بھی سلیقہ رکھتے تھے، جو اس امر کی بین دلیل ہے کہ فاضل مفتی نہ اپنے کو مجتہد مطلق سمجھتے تھے اور نہ ہی وہ اپنے علم وفضل پر نازاں تھے، بلکہ وہ فقہ حنفی کے ایسے شارح اور مفسر تھے جنہیں تاریخ صدیوں یاد رکھے گی، جو ان کے استدلال واستناد کی مضبوطی کی دلیل ہے۔

تقلید جامد سے انحراف

فاضل مفتی کے اسالیب استناد واستدلال کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ نہ وہ لکیر کے فقیر تھے اور نہ ہی وہ کسی کنوئیں کے مینڈک تھے، بلکہ وہ ایسے محقق، مفتی اور فقیہ تھے کہ الحکمۃ ضالۃ المومن کے مصداق وہ حق اور سچ کی تلاش اور جستجو میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔ اگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول مطلوبہ موضوع پر ہاتھ نہ آتا تو وہ صاحبین اور شیخین کی آراء سے استفادہ کرتے۔ کتب الظواہر کام نہ آتیں تو وہ کتبِ نوادر سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح اس نکتہ پر بھی عمل کرتے تھے کہ اگر کسی استفتاء، استفسار یا مطلوبہ مسئلہ کا حل فقہ حنفی سے میسر نہیں ہے کہ تو تلفیق المسالک کا شکار ہوئے بغیر وہ ایسے مسائل کا حل دیگر فقہی مسالک کی معتبر کتب سے بھی تلاش کرتے اور ایسا کرتے وقت وہ فقہ شافعی، فقہ مالکی، فقہ حنبلی، فقہ جعفری اور فقہ ظاہری کی مستند کتب سے استفادہ کرتے۔ نیز فاضل مفتی مختلف مکاتبِ فقہ کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب انہیں مسالکِ فقہ کی معتبر کتب سے فراہم کرتے ہیں، تاکہ نہ صرف اتمام حجت ہو جائے بلکہ فریقِ مخالف بھی ان کی آراء کا قائل ہو جائے۔ یہ ایک ایسا اسلوب ہے جس نے صرف فتاویٰ نوریہ کو پوری اسلامی فقہ کا نمائندہ بنا دیا ہے بلکہ مسلمانوں کے تمام فقہی مسالک فتاویٰ نوریہ سے استفادہ کرتے اور اسے اپنا حوالہ بناتے ہیں۔ ان مختلف فقہی مسالک کی کتب کی فہرست ''فتاویٰ نوریہ، ایک تقابلی مطالعہ'' (مصنفہ مولانا محمد الیاس اعظمی) کے صفحہ نمبر 311 پر دیکھی جا سکتی ہے۔

فتاویٰ نوریہ کے اسالیب استناد واستدلال ایک اہم، دلچسپ اور علمی موضوع ہے، جو اس کتاب کے طرقِ استدلال اور وجوہِ استناد واستدلال کے چند علمی پہلو اجاگر کرنے کی غرض سے زیر بحث لایا گیا، تاکہ اس مجموعہ فتاویٰ کے ان پہلوؤں کو اس غرض سے اجاگر کیا جائے

کہ فقہ وقانون کے طلبہ، افتاء کے ماہرین، علم فقہ کے متخصّصین اور اسلامی شریعت کے طالبین فاضل مفتی کے طرزِ استدلال کو سمجھ کر اس میدان میں نافذ کرنے کی سعیٔ بلیغ کریں، تاکہ ان کے لیے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کرنا آسان ہو جائے، جو فتویٰ نویسی کے میدان کی اہم ضرورت ہے، تاہم کاتبِ حروف کو اس امر کا صدقِ دل سے اعتراف ہے کہ وہ اس موضوع کا حق ادا کرنے سے یقیناً قاصر رہا ہے، لہٰذا ہر شہسوارِ تحقیق کے لیے یہ میدان کھلا ہے، تاکہ وہ انفرادی یا اجتماعی طور پر اس میدان میں تحقیقی منصوبوں کی تکمیل کریں۔

اس تحریر کو ختم کرنے سے پہلے میں اس امر کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ اسلامی فتویٰ نویسی، احکام کے اجراء اور فیصلوں کے صدور کے اپنے اپنے اسالیب، مناہج اور تراکیب مقرر اور موجود ہیں، جن کی عموماً پیروی کی جاتی ہے اور ان سے حتی الوسع انحراف نہیں کیا جاتا۔ فاضل مفتی نے عموماً اس امر کو ملحوظ رکھا ہے۔ تاہم اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ فاضل مفتی سے فقہ اسلامی کی مقررہ ترتیب کے مطابق ہی استفسارات کیے گئے ہوں، تاہم مرتبین فتاویٰ نے نہ صرف فقہی ترتیب کو برقرار رکھا ہے بلکہ فتاویٰ نوریہ کا حسبِ معمول کتاب الطہارۃ سے آغاز کر کے مسائلِ شتی پر اس کا اختتام کیا گیا ہے، جس سے نہ صرف یہ ''فتاویٰ نوریہ'' اپنے سے پہلے جاری ہونے والے فتاویٰ عالم گیری، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ ثنائیہ کے تسلسل کو قائم رکھ سکا ہے بلکہ ''فتاویٰ نوریہ'' کے ذریعے سے یہ اسلوب بھی مستحکم ہوا کہ اسلامی فقہ کی یہ ترتیب ہی اہلِ علم میں مقبول ہے اور اس کے برعکس پائے جانے والے دیگر اسالیب اور فقہی تراتیب اپنی موت آپ مر چکی ہیں۔

نتائج

فتاویٰ نوریہ کے اسالیب پر غور کرنے سے یہ امور سامنے آتے ہیں:

1. کہ فاضل مفتی نے شرعی مصادر کی ترتیب پر سختی سے عمل کیا ہے۔
2. نقلی دلائل کو عقلی دلائل پر ترجیح دی ہے۔
3. انسانی قدروں، سماجی رویوں اور معاشرتی معمولات کو فقہ میں اعلیٰ درجہ دیا ہے۔
4. جدید مسائل، عصری تقاضوں اور انسانی ضرورتوں کو سمجھ کر ''الدین یسر'' پر عمل پیرا

ہوتے ہوئے فقہ اسلامی کے روشن اور قابلِ عمل پہلو اجاگر کیے ہیں۔

❺ عصری امور اور جدید مسائل کے حوالے سے مثبت رویہ اختیار کیا ہے۔

❻ کسی موضوع کا جواب دینے سے پہلو تہی نہیں کی بلکہ قدیم و جدید استفسارات کے بارے میں شرعی حکم واضح کیا ہے۔

❼ کسی نکتہ، پہلو یا موقف کے حوالے سے اپنے آپ کو مجتہد کل ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ہر فتویٰ جاری کرتے وقت میسر مصادر، حاصل مواد اور معاشرتی عادات (Customs) سے کما حقہ استفادہ کیا ہے۔

❽ فتاویٰ نوریہ کا ہر فتویٰ چند سطور سے لے کر بیسیوں صفحات پر مشتمل ہوتا ہے، جب کہ ہر فتویٰ کا ہر نکتہ، ہر پہلو اور ہر نظریہ کئی کئی حوالوں سے مدلل اور مزین ہوتا ہے۔

❾ فتاویٰ نوریہ کا یوں تو ہر فتویٰ اپنے اسلوب کے لحاظ سے نہ صرف اپنی ذات میں مکمل ہوتا ہے، بلکہ وہ نقلی اور عقلی مصادر سے بھی آراستہ ہوتا ہے، تاہم ان کے رسائل اور طویل فتاویٰ اسلوب کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں۔ جو مزید تفصیلی اور تحلیلی مطالعہ کے متقاضی ہیں۔

❿ تجویز کیا جاتا ہے کہ ج 4، ص 127 پر موجود فتویٰ کا تفصیلی، تحلیلی، تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ بطورِ نمونہ (Model) مرتب کر کے زیر بحث لایا جائے اور اسی نمونہ پر دیگر اہم فتاویٰ کے اسالیبی مطالعات کو فروغ دیا جائے۔ یہ کام فقہ اور فتویٰ نویسی کے منتہی طلبہ سے لیا جا سکتا ہے!

و اللہ اعلم بالصواب

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل

استاذ (ر) بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

29/نومبر 2023ء/ 13/ جمادی الاولیٰ 1445ھ

بوقت گیارہ بجے، قبل دوپہر

مؤلف (پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل) ایک نظر میں

● 1945ء، پیدائش دلیر پور، ضلع بٹالہ، بھارت، ● 1959ء، قرآن حکیم حفظ کیا از دارالعلوم عالیہ عربیہ، ساہیوال، ● 1960ء، پہلی بار تراویح میں قرآن حکیم سنایا، ● 1961ء، پہلی بار شبینہ میں حصہ لیا، جو سنہری مسجد ساہیوال میں منعقد ہوا، ● 1966ء، انوار العلوم ملتان سے درس نظامی کیا، ● 1968ء، جامعہ پنجاب لاہور سے ایم اے عربی کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا، ● 1968ء، پہلا تحقیقی مقالہ شائع ہوا، ● 1969ء، جامعہ پنجاب لاہور سے ایم اے علوم اسلامیہ کا امتحان پاس کیا، ● 1969ء، ریڈیو پاکستان لاہور سے پہلا تحقیقی مقالہ نشر ہوا، ● 1970ء، جامعہ پنجاب لاہور سے ایم اے اردو کا امتحان پاس کیا، ● 1970ء، شعبۂ تحقیق و تدریس میں عملی زندگی کا آغاز کیا، ● 1974ء، پہلا ٹی وی پروگرام نشر کیا، ● 1978ء، قرآن حکیم کو کمپیوٹر میں داخل کرنے والی ٹیم کا رکن بنا، ● 1979ء، پاکستان میں قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے والی ٹیم کا حصہ بنا، ● 1980ء، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے قواعد تیار کرنے والی کمیٹی کا رکن رہا، ● 1980ء، اس یونی ورسٹی میں ایل ایل بی شریعہ اینڈ لاء کے پہلے داخلہ کا اہتمام کیا، ● 1983ء، جامعہ پنجاب لاہور سے پی ایچ ڈی (P.Hd) کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی، ● 1989ء، اسلامی تنظیم کانفرنس کے سیمینار میں شرکت کر کے عربی زبان میں تحقیقی مقالہ پیش کیا، ● 1989ء، زیارتِ حرمین اور عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی، ● 1992ء، ''انٹرنیشنل یونین آف مسلم سکاؤٹس'' جدہ کا آئین مرتب کیا، ● 1993ء، حجِ بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی، ● 1996ء، ترکی میں کانفرنس میں شرکت کی اور عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی، ● 1999ء، اقوام متحدہ کے صدر دفتر نیویارک میں خدمات سرانجام دیں، ● 2005ء، بطور یونی ورسٹی ملازم سبکدوش ہوا، ● 2005ء، ادارہ برائے ہوٹل مینجمنٹ اسلام آباد میں ڈائریکٹر اکیڈمکس مقرر رہا، ● 2012ء، ڈائریکٹر جنرل انٹرنیشنل سیرت سینٹر اسلام آباد متعین ہوا، ● 2015ء، دفتری ذمہ داریاں ختم کر کے تحقیق و تصنیف میں مشغول ہوا، ● 2018ء، زیارتِ حرمین اور عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

’’فتاویٰ نوریہ‘‘ کے حوالے سے

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل حفظہ اللہ کے علمی و تحقیقی مقالات

فتاویٰ نوریہ کے اسالیبِ استناد و استدلال (تعارفی مطالعہ)

(جمادی الآخرہ ۱۴۴۵ھ/ جنوری 2024ء)

•••

فتاویٰ نوریہ کے مصادر و مآخذ - تحلیلی اور تجزیاتی مطالعہ

(جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ/ جنوری 2023ء)

•••

فتاویٰ نوریہ کے چند طبی مباحث پر ایک طائرانہ نظر

(جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ/ فروری 2022ء)

•••

فتاویٰ نوریہ اور اس کے مستقل رسائل

(جمادی الآخرہ 1442ھ/ جنوری 2021ء)

•••

فتاویٰ نوریہ --- دینی روایت کا امین

(جمادی الآخرہ 1441ھ/ مارچ 2020ء)

•••

فتاویٰ نوریہ --- ایک تحلیلی مطالعہ

(جمادی الآخرہ 1440ھ/ مارچ 2019ء)

•••

فتاویٰ نوریہ --- ایک تحلیلی مطالعہ

(جمادی الآخرہ 1413ھ/ دسمبر 1992ء)

•••

علم وفضل کے پیکرِ رعنا

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی۔ آپ کا علمی تبحر، آپ کی فقہی بصیرت، آپ کا پاکیزہ کردار اور عمر بھر خدمت دین کی پُرخلوص جدوجہد، آپ کی وہ خصوصیات ہیں، جن میں عہدِ حاضر میں شاید ہی کوئی اُن کی ہم سری کا دعویٰ کرسکتا ہو۔ علم وفضل کے پیکرِ رعنا ہونے کے باوجود ان کی تواضع اور ان کے انکسار نے انہیں اہلِ علم ونظر کی آنکھوں کا تارا بنادیا تھا۔

آپ کی دینی خدمات بے شمار ہیں، ان میں آپ کا قائم کردہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تا اَبدان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرتی رہیں گی اور سالکانِ راہ محبت کے لیے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی۔

جب کبھی ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے تو ذہن کو اطمینان اور دل کو جلا نصیب ہوتی ہے۔ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہستی جو عمر بھر ہنگامہ ہائے روزگار سے دامن کش رہی، اس نے کس طرح جدید تقاضوں کا صحیح ادراک کیا اور ان کی روشنی میں اپنی فقیہانہ، دوررَس بصیرت سے جدید مسائل کے ایسے حل پیش کیے، جنہوں نے جدید وقدیم دونوں طبقات کو مطمئن کردیا اور ہر ایک کے لوح وقلب پر فقہ اسلامی کی برتری کا ایسا نقش ثبت کیا، جس کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کرتی رہے گی۔ ہم صدقِ دل سے دست بدعا ہیں کہ اللہ رب العزت ان کے دستِ مبارک سے لگائے ہوئے پودے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کو تا ابد سرسبز وشاداب رکھے اور اس دارالعلوم کو رشد وہدایت کا مرکز بنائے تاکہ اس چشمۂ شیریں سے تشنگانِ علم ہمیشہ ہمیشہ سیراب ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادگان، خصوصاً صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری صاحب کو عمر دراز عطا کرے اور اپنے والد ماجد کے عدیم المثال محامد ومحاسن کا صحیح وارث بنائے، ان کو عمر خضر عطا فرمائے اور انہیں توفیق بخشے کہ وہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کی روشن کی ہوئی اس شمع کو روشن رکھیں، اپنے حسنِ عمل اور بلندئ کردار سے اس کی تابانیوں میں اضافہ کرتے رہیں۔

❁❁❁❁❁

حقیقتِ دین

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا فرمان

''رسول کریم ﷺ سے عقیدت و محبت اور آپ سے جاں نثاری ہمارے مسلک کا خاصہ ہے--- یہ دولتِ بے پایاں ہمیں اپنے بزرگوں سے وراثۃً ملی ہے، مگر میں نے مسلکی حوالوں سے بالاتر ہو کر اور سنی سنائی باتوں سے ہٹ کر تحقیق کی ہے، کیوں کہ مجھے لکیر کا فقیر بننا پسند نہیں اور جب تک کسی معاملے اور مسئلے کی تہ تک نہ پہنچ جاؤں، کوئی نظریہ قائم نہیں کرتا--- میرے پاس لائبریری میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں، ان سب کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے، برسوں ان کو پڑھا اور پڑھایا ہے، تحقیق و تجسس میں ایک عمر بیت گئی ہے--- ان سب کتابوں کا حاصل اور پوری عمر کے مطالعہ کا نچوڑ آپ کو بتائے دیتا ہوں ان سب کا جو عطر اور خلاصہ ہاتھ لگا ہے، جس نتیجے پر میں پہنچا ہوں اور جو تحقیقی نکتہ ہاتھ آیا ہے، وہ نکتہ صرف یہ ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و عقیدت اور آپ کے ساتھ عشق و وارفتگی اصل ایمان ہے اور یہی حقیقت دین ہے--- ساری تحقیق کا خلاصہ اور حاصل مطالعہ سب یہی کچھ ہے--- اسی کو ذہن نشین کر لیں اور اسی پر عمل پیرا ہو جائیں--- دنیا و آخرت کی کامیابی کا مدار صرف اسی نکتہ کو سمجھ لینے میں مضمر ہے''---

[مشاہدات و تاثرات، الحاج چودھری محمد اسحٰق نوری]

دعائے نصف شعبان المعظم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ یَا ذَاالْمَنِّ وَ لَا یُمَنُّ عَلَیْہِ ط یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ط یَاذَا الطَّوْلِ وَ الْاِ نْعَامِ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ظَھْرُ اللَّاجِیْنَ ط وَ جَارُ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ ط وَ اَمَانُ الْخَائِفِیْنَ ط اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتٰبِ شَقِیًّا اَوْ مَحْرُوْمًا اَوْ مَطْرُوْدًا اَوْ مُقَتَّرًا عَلَیَّ فِی الرِّزْقِ فَامْحُ اللّٰھُمَّ بِفَضْلِکَ شَقَاوَتِیْ وَ حِرْمَانِیْ وَ طَرْدِیْ وَ اقْتِتَارَ رِزْقِیْ ط وَ اَثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتٰبِ سَعِیْدًا مَّرْزُوْقًا مُّوَفَّقًا لِّلْخَیْرَاتِ ط فَاِنَّکَ قُلْتَ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ فِیْ کِتَابِکَ الْمُنَزَّلِ ط عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ الْمُرْسَلِ ط یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِo اِلٰھِیْ بِالتَّجَلِّی الْاَعْظَمِ ط فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَھْرِ شَعْبَانَ الْمُکَرَّمِ ط اَلَّتِیْ یُفْرَقُ فِیْھَا کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ وَّ یُبْرَمُ ط اَنْ تَکْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَآءِ وَ الْبَلْوَآءِ مَا نَعْلَمُ وَ مَا لَا نَعْلَمُ ط وَ اَنْتَ بِہٖ اَعْلَمُ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ ط وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ سَلَّمْ ط وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo---

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

اے اللہ! اے احسان کرنے والے کہ جس پر احسان نہیں کیا جاتا، اے بڑی شان وشوکت والے، اے فضل وانعام والے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پریشان حالوں کا مددگار، پناہ مانگنے والوں کو پناہ اور خوف زدوں کو امان دینے والا ہے، اے اللہ! اگر تو اپنے یہاں ام الکتاب (یعنی لوح محفوظ) میں مجھے شقی (یعنی بد بخت)، محروم، دھتکارا ہوا اور رزق میں تنگی دیا ہوا لکھ چکا ہو، تو اے اللہ! اپنے فضل سے میری بدبختی، محرومی، ذلت اور رزق کی تنگی کو مٹا دے اور اپنے پاس ام الکتاب میں مجھے خوش بخت، رزق دیا ہوا اور بھلائیوں کی توفیق دیا ہوا ثبت فرما دے کہ تو نے ہی اپنی نازل کی ہوئی کتاب میں اپنے ہی بھیجے ہوئے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی زبان پر فرمایا اور تیرا فرمانا حق ہے ''اللہ جو چاہے مٹاتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے'' [پارہ ۱۳، الرعد ۳۹، کنز الایمان] خدایا! تجلی اعظم کے وسیلہ سے جو نصف شعبان المکرّم کی (پندرھویں) رات میں ہے کہ جس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام اور اٹل کر دیا جاتا ہے۔ (یا اللہ!) مصیبتوں اور رنجشوں کو ہم سے دور فرما کہ جنہیں ہم جانتے اور نہیں بھی جانتے جب کہ تو انہیں سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بے شک تو سب سے بڑھ کر عزیز اور عزت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے آل واصحاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ پر درود وسلام بھیجے۔ سب خوبیاں سب جہانوں کے پالنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں''---

۱۴/اور پندرہ شعبان المعظم کی درمیانی شب کسی وقت بھی یہ دعا پڑھ لی جائے

Book No. 36 Serial No. 2-1
Jan/Feb-2024
Monthly "NOOR-UL-HABIB" Basirpur
Regd No. PS / CPL - 25
ISSN 1993-4238

